تکون

ایک ماہ گیارہ دن۔۔۔۔

پورے ایک ماہ گیارہ دن.....اس نے انتظار کیا تھا۔۔۔یہ یہ سننے کے لیے؟

ایک ماہ گیارہ دن۔۔۔۔اس نے کتنی صبح اور کتنی ہی بے آرام راتیں یہیں گزاری تھی۔۔۔

ایک ماہ گیارہ دن۔۔۔۔اس نے کوئی نماز نہ چھوڑی تھی۔۔۔کوئی تہجد ایسی نہ تھی جو نہ پڑھی ہو۔۔۔کوئی ایسا لمحہ نہ گیا جب اس نے اُسکے لیے دعا نہ کی ہو۔۔۔

اُسکے ہوش میں آنے کی دعا۔۔۔۔

اور اس نے ہوش میں آنے کے بعد ایک ہفتہ زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہ کیا تھا۔بس کسی بت کی طرح دیواروں کو تکنے میں وقت صرف کیا تھا۔

اس نے بھی اُسے حق بجانب سمجھتے ہوئے کوئی شکایت نہ کی۔۔۔ایک ہفتے بعد اس نے زبان پر لگا قفل کھولا تھا۔۔۔اور کہا بھی تو کیا؟

"میں گھر جانا چاہتی ہوں۔۔۔اپنے گھر" وہ سامنے ہی دیوار کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"میں بھی تمہیں مزید یہاں نہیں رکھنا چاہتا۔۔۔ڈاکٹر صاحب آخری چیک اپ کر لیں پھر تمہیں ڈسچارج کر کے گھر لے جائیں گے" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ مگر اس نے اُسکی طرف دیکھا تک نہیں، بلکہ اپنے بیڈ کی دائیں جانب کھڑے اپنے باپ کو دیکھتی ہوئی بولی

"میں اپنے امی ابّو کے گھر جانا چاہتی ہوں۔۔۔" اُسکے ایک جملے نے وہاں کھڑے ہر شخص کو حیران کیا تھا۔

"میں جا سکتی ہوں نہ ابّو؟" اس نے اپنے باپ کا ہاتھ تھام کر معصومیت سے اُن سے پوچھا۔ کیا وہ انکار کر سکتے تھے؟ اپنی جان سے پیاری بیٹی کو؟

"تمہیں پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اپنے گھر میں آنے کے لیے بھی کوئی اجازت لیتا ہے بھلا؟" اُنہوں نے پیار سے اُسکے بال سمیٹے۔ وہ مطمئن ہو گئی۔ کمرے میں موجود کسی فریق نے کچھ نہ کہا۔۔۔سب اُسکی صحت کے خیال سے خاموش تھے۔۔۔

بس وہ شاک تھا۔۔۔یہ تو نہ سوچا تھا اس نے۔۔۔اُس سے یہ توقع نہ تھی اُسے۔۔۔

پیروں تلے زمین ہمیشہ جھٹکے سے نہیں نکلتی۔۔۔ کبھی کبھی آہستہ آہستہ سے بھی سرکتی ہے

------+----------+--------

ایک معظم۔۔۔اور ایک ماہرہ۔۔۔

معظم۔۔۔ کھیل ہو یا پڑھائی، ہر میدان میں آگے۔ماں باپ کا اکلوتا بیٹا، نرمین آپی کا اکلوتا بھائی۔۔۔ سوچ سمجھ کر بات کرتا، سوچ سمجھ کر فیصلے لیتا تھا۔اور جو فیصلہ لے لے،اس سے کبھی پیچھے نہ ہٹتا۔۔۔ غلطی کرتا تھا تو بلا جھجھک قبول کرتا، صاف اور سیدھی بات کرتا اور صاف اور سیدھی بات سننا ہی پسند کرتا، بات چیت سب سے رکھتا لیکن دوست کم ہی بناتا تھا۔لڑکیوں سے بات نہیں کرتا تھا۔۔۔ کر بھی لے تو نظریں نہیں ملاتا تھا۔عزت کرتا تھا یا شاید اُسے لڑکیوں میں دلچسپی ہی نہ تھی۔۔۔

ماہرہ۔۔۔ وہ اُن لڑکیوں میں سے تھی جنہیں آگے رہنا پسند ہوتا ہے لیکن اُنہیں آگے رہنے کے لئے کوئی جتن نہیں کرنے ہوتے، وہ خود ہی آگے ہوتی ہیں۔اُسے توجہ لینے کی ضرورت نہ پڑتی،اسے توجہ خود بخود مل جایا کرتی تھی۔وہ جس کام میں حصہ لیتی،اس میں کامیاب ہوتی تھی۔ محدود حلقہء احباب رکھتی،اور اُن کے علاوہ کسی سے بات کرنا بھی ضروری نہ سمجھتی تھی پھر چاہے وہ لڑکے ہو یا لڑکیاں۔۔۔ بہت کم بولتی تھی اور سب سے الگ تھلگ رہتی تھی۔۔۔ نہ عام لڑکیوں کہ طرح چہ مگوئیاں، نہ کسی کی ٹوہ میں رہنا، نہ کسی کی غیبت میں پایا جانا۔کام کی بات کرتی اور کام کے علاوہ کوئی بات کرنا پسند نہ کرتی تھی۔ بیحد صاف گو ہونے کی وجہ سے بدتمیز، روڈ، منہ پھٹ اور مغرور مشہور تھی۔ لیکن باوجود ان سب کے، کلاس کے بیشمار طلبہ و طالبات اس سے دوستی کرنا چاہتے تھے۔

معظم، جسے اُسکی مصروفیات اور پڑھائی کے جنون نے کبھی لڑکیوں کی جانب دیکھنے کی بھی اجازت نہ دی تھی، اُسے بھی ماہرہ نے متاثر کیا تھا۔ماہرہ وہ پہلی لڑکی تھی جسکی خوبیوں کا وہ متعارف ہوا تھا۔

''وہ نہ کسی کے آگے جھکتی ہیں، نہ غلط بات سنتی ہے نہ غلط بات کرتی ہے۔"اس نے یہ بات سب سے پہلے اپنے دو بہترین دوستوں فیضان اور یوسف کو بتائی تھی۔ فیضان اُسکے تایا اور یوسف چچا کا بیٹا تھا۔ بچپن سے ہی تینوں ایک دوسرے کے بے حد قریب تھے۔ پورا خاندان جانتا تھا کے تینوں کے آپس میں کتنے گہرے تعلقات ہیں۔ غلطی ایک کرتا تھا سزا تینوں بھگتتے تھے۔ ہر شرارت میں ساتھ ساتھ۔۔۔ دکھ سکھ سب سانجھے۔۔۔۔

''یہ تم آج کل کچھ زیادہ ہی تعریفیں نہیں کرنے لگے مادام ماہرہ کی؟"فیضان مشکوک ہوا

"تعریف نہیں کر رہا، بس میں متاثر ہوا ہوں اس سے، میں نے ایسی لڑکیاں دیکھی نہیں ہے کبھی۔۔۔۔ بس اسی لیے۔۔۔"اس نے وضاحت دی

"میں بھی اُسی کلاس میں ہوں شاید۔۔۔"فیضان نے یاد دلایا تو وہ بس اُسے گھور کر رہ گیا

"پھر تو میں بھی ملنا چاہونگا اس سے۔۔۔"یوسف نے خواہش ظاہر کی۔ فیضان اور معظم ساتھ پڑھتے تھے البتہ یوسف ایم بی بی ایس کر رہا تھا۔

''معاف کر دو مجھے، غلطی سے تعریف کر دی اُسکی، پیچھے ہی پڑ جاتے ہو تم لوگ"اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا تو تب جا کر وہ لوگ ٹلے تھے

وقت گزرتا گیااور معظم اُسکی خوبیوں کا دن بہ دن متعارف ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ فائنل ایئر پروجیکٹ کے لیے اُنہیں ایک گروپ ممبر کی ضرورت پیش آئی تو معظم خود ماہرہ تک گیا۔ خلاف توقع وہ خوش دلی سے اُسکے گروپ میں شامل ہونے پر راضی ہو گئی تھی۔

معظم۔۔اور۔۔ماہرہ

جس نے بھی سنا دانتوں میں انگلیاں دبالیں، دو بہترین دماغ ایک ساتھ کام کرینگے تو بازی تو وہی لے جائینگے۔ باقی سبکو اپنی کوششیں بیکار نظر آنے لگیں۔ اُسکے ساتھ کام کرتے ہوئے نہ صرف معظم بلکہ فیضی کو بھی اندازہ ہوا کہ وہ عام لڑکیوں سے کتنی مختلف ہے۔ نہ اُسے کپڑوں، جوتوں کا شوق ہے نہ بننے سنورنے کا۔۔۔اُسکے پاس کام کے حوالے سے سو باتیں ہوتی تھی۔ اُسکے آئیڈیاز کمال کے ہوتے تھے۔ بلآخر معظم کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ وہ پہلی لڑکی ہے جسے وہ پسند کرنے لگا ہے۔

"کیا کروں اب؟" پڑھائی ختم ہونے کے بعد وہ پھر سے اُن دونوں کے سامنے موجود تھا

"کرنا کیا ہے؟ جا کر بات کرو اپنے امی ابّو سے۔۔۔" یوسف نے کہا

"اُن سے بات کرنا مسلہ نہیں، وہ تو فوراً مان جائینگے،" فیضان نے کہا

"تو پھر اصل مسئلہ کیا ہے؟" وہ حیران ہوا

"اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان بھائی صاحب نے اب تک خود ماہرہ کو ہی نہیں بتایا" فیضی نے بم پھوڑا

"لو بھئی۔۔۔"یوسف نے سر پٹا۔"پہلے جا کر اس سے بات کرو نا"

"کیسے کروں؟"معظم زچ ہوا

"اب یہ ہم کیسے بتائیں تمہیں؟"وہ بھی چڑ گئے۔ بالآخر تھوڑی ہمت سے کام لینے کے بعد اس نے ماہرہ کو بتا ہی دیا۔اُسکی اُمیدوں کے برعکس ماہرہ نے تمام بات سکون سے سنی اور اُسے کہا کہ۔۔۔

"یہ فیصلہ میرے ماں باپ کرینگے۔۔"

"مطلب؟"وہ مایوس ہوا۔۔

"مطلب اپنے گھر والوں کو بھیجو بیوقوف"وہ خفا ہوئی۔پہلے تو اُسے سمجھ نہ آیا اور جب آیا تو اُسکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

پھر سارے معاملات خوش اسلوبی سے تہہ ہوئے۔اور دونوں کے گھر والوں نے باہمی رضامندی سے دونوں کی منگنی کر دی۔ منگنی کا فنکشن بڑے پیمانے پر رکھا گیا تھا

------+--------+------

"تم رو کیوں رہی ہو زویا؟"اپنے آفس کے لیے نکلتا معظم برآمدے میں بیٹھی زویا کو روتا دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"میں پڑھنا چاہتی ہوں معظم بھائی، پر امی مجھے آگے پڑھنے نہیں دیتی۔۔۔"

"کیوں؟" وہ حیران ہوا۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ زویا پڑھنے میں بے حد اچھی ہے

"وہ کہتی ہیں کہ ہم ملازم ہیں اور ملازم صاحب لوگوں کے برابر نہیں آ سکتے، ہم پڑھ لکھ کے کوئی تیر نہیں مار لینگے، رہیں گے وہی، نوکر کے نوکر۔۔۔" اُسکی بات سن کے معظم کو دکھ ہوا۔ وہ اُسکی کام والی نوراں کی بیٹی تھی۔ بچپن سے اسی گھر میں رہی تھی۔ اس نے اُسی وقت یہ معاملہ حل کرنے کا فیصلہ کیا

"تم فکر نہ کرو میں بات کرونگا۔" اس نے کہا تو زویا کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ نوراں سے بات کرنے کے بعد اُسے پتہ چلا کہ اصل مسئلہ پیسوں کا تھا۔ وہ کالج تک تو وظیفے پر پڑھائی کرتی رہی تھی لیکن یونیورسٹی کی فیس بھرنے کی سکت نہ تھی اُن میں۔۔۔

"آپ فکر نہ کریں۔ زویا کی پڑھائی کا خرچ میں اٹھاؤں گا۔ بس آپ اُسے پڑھنے سے نہ روکیں"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں معظم بھائی؟" اُسے یقین نہ آیا تھا۔

"ہاں۔۔ بلکہ میں کل ہی تمہارا ایڈمشن کروادونگا، مجھے ڈاکومنٹس دے دینا" اُس نے کہا تو وہ خوش ہو گئی۔ پھر معظم نے اُسکا ایڈمشن کروادیا اور اسے یہ بھی کہہ دیا کہ کچھ سمجھنا ہو تو بلا جھجک اس سے پوچھ سکتی ہے۔

--------+-------------+--------

"میں کل تمہارے گھر آئی تھیں" کچھ دونوں بعد ماہرہ سے اُسکی ملاقات ہوئی تو اُس نے بتایا۔ دونوں ایک ہی آفس میں جاب کر رہے تھے۔

’’کس وقت ؟" وہ حیران ہوا۔اُسے ماہرہ کے آنے کی خبر ہی نہ ہوئی

"جس وقت تم زویا کو پڑھانے میں مصروف تھے۔"

’’اچھا، تو تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں ؟"

’’بتایا تو ہے، تم مصروف تھے تو میں نرمین آپی سے ہی مل کر چلی آئی"

’’اب ایسا بھی کوئی مصروف نہیں تھا میں"

"کیا تم روز اُسے پڑھاتے ہو ؟"اس نے ایک اور سوال پوچھا۔ معظم تھوڑا حیران ہوا۔ آج سے پہلے اس نے طرح کے سوالات کبھی نہیں کیے تھے

"روز نہیں، ہفتے میں ایک آدھ بار۔ جب اُسے اکاؤنٹس میں میری مدد کی ضرورت پیش آتی ہے "اس نے بتایا۔

’’تو وہ تم سے ہی کیوں پوچھتی ہے ؟ کوئی اور نہیں ہے کیا؟"

’’میں اُسکے قریب ہوتا ہوں اس لیے وہ پہلے مجھ سے پوچھ لیتی ہی۔ اِٹس ناٹ آ بگ ڈیل۔۔"اس نے آہستہ سے کہا لیکن حقیقت یہ تھی کہ اُسے اس طرح وضاحتیں دینا بہت برا لگ رہا تھا

"تو وہ تمہارے قریب رہنے کی کوشش کرتی ہے "اس نے تلخ انداز میں پوچھا۔ آج سے پہلے اس نے اس انداز میں معظم سے بات بھی نہ کی تھی۔ وہ شاک رہ گیا

"کیا بکواس کر رہی ہو؟"

"ائینی ویز۔آئندہ سے تم اُسے نہیں پڑھاؤ گے "اس نے ناک پر سے مکھی اڑائی

"ہم اس بارے میں بعد میں بات کرینگے "اس نے فلحال کے لیے بات ختم کرنا چاہی

"ہم دوبارہ اس بارے میں بات نہیں کرینگے۔تم اُسے آئندہ نہیں پڑھاؤ گے اور بس۔۔۔"

"مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے "اس نے چبا چبا کر کہا۔ماہرہ کا لہجہ اُسے تکلیف پہنچا رہا تھا

"تو اب تم اس لڑکی کے لئے مجھ سے بحث کرو گے؟"

"ماہرہ!۔۔۔ہم ابھی آفس میں ہیں۔۔۔پلیز۔۔۔"اس نے سخت لہجے میں کہا تو وہ چپ ہوئی اور وہاں سے چلی گئی۔

لیکن یہ بات یہاں ختم نہیں ہوئی،اگلے دن وہ آفس نہیں آئی تھی۔معظم نے اُسے میسیج کیا پر اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔آفس سے گھر آکر اس نے پہلا کام یہی کیا کہ اُسے کال کر کے اُسکی خیریت دریافت کر لے

"کیسی ہو ماہرہ؟آفس کیوں نہیں آئی آج؟"

"میں نے رزائن دے دیا ہے "اس نے آرام سے کہ

"کیا؟۔۔پر کیوں؟اور ایسے اچانک۔۔۔مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

"مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے"

"تمہیں ہو کیا گیا ہے؟"

"مجھے کیا ہو گیا ہے؟ مجھے؟۔۔۔وہ لڑکی تمہارے سر پر اتنا سوار ہو گئی ہے کہ تم مجھ سے مس بی ہیو کر رہے ہو"

"تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو؟ زویا میرے نہیں تمہارے دماغ پر سوار ہو گئی ہے۔ میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ تم ایسے عام لڑکیوں کی طرح پیش آؤ گی"

"میں کچھ نہیں جانتی۔۔۔یا تو تم اُسے گھر سے نکالو یا پھر۔۔۔"

"یا پھر؟"

"مجھے بھول جاؤ۔"

"وہاٹ نان سینس۔۔۔ابھی تم غصّے میں ہو۔ جب تمہارا دماغ ٹھکانے آجائے تب بات کرینگے" اس نے کال کاٹ دی۔ غصّے کا اُبال اٹھ رہا تھا اُسکے اندر۔

اگلے چند دنوں میں یہ بات بڑھتے بڑھتے بڑوں تک جا پہنچی۔ اُسکا کہنا تھا کہ معظم نے ایک عام سی نوکرانی کے لیے اس سے بد تمیزی کی ہے، وہ اس سے معافی مانگے اور زویا کو گھر سے نکال دے۔ معظم نے اُسے لاکھ سمجھایا حتٰی کہ نرمین آپی اور امی، ابّو کے کہنے پر اس نے اپنے رویّہ کے لیے ماہرہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی معذرت کی تھی۔ لیکن اُسکی ایک ہی رٹ تھی کہ زویا کو گھر سے نکالا جائے۔

"آخر وہ اتنی اہم کیوں ہے تمہارے لیے؟" ماہرہ نے اس سے پوچھا تھا۔ اس دن وہ دوبارہ اس سے بات کرنے آیا تھا

"وہ ایک غریب لڑکی ہے۔ مخلوق خدا کی خدمت کرنا ہم پر فرض ہے۔ تمہارے خاطر میں نے اُسے، خود سے پڑھانا چھوڑ دیا ہے، اُسے ٹیچر لگوا دیا ہے، اب تمہیں کیا مسئلہ ہے؟"

"خدمت خلق کا اتنا شوق ہے تو باقی یتیم لڑکیوں کی بھی کرو نا۔"

"موقع ملا تو ضرور کرونگا۔ لیکن ابھی اس بات کو ختم کرو"

"بات اب تب ہی ختم ہو گی جب زویا تمہارے گھر سے باہر ہو گی" ماہرہ کا رویّہ اُسکی سمجھ سے بالاتر تھا

"تمہیں آخر اس سے مسئلہ کیا ہے؟"

"تم کسی لڑکے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ لڑکی کی ہی کیوں؟ کونسی ہمدردی ہے اس سے؟ ہاں؟"

"تم اب میری کردار کشی کر رہی ہو" وہ بھڑکا

"اگر اپنے کردار کی اتنی ہی فکر ہے تو دوبارہ یہاں تب آنا جب اُسے گھر سے نکال چکے ہو" معظم کے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ایک چھوٹی سی بات اتنی بڑی کیوں بنتی جا رہی تھی حتٰی کہ اس بات کے پیچھے وہ اُسکی کردار کشی تک کر چکی تھی

-------+--------+-------

"برا مت ماننا معظم! لیکن ماہرہ کو میں نے جتنا سمجھا ہے وہ ایک خود پرست، اور انا پرست لڑکی ہے۔ اُسے یہ بات کبھی ہضم نہیں ہو گی کہ تم اُسکی مرضی کے خلاف جاؤ۔ حالانکہ، تم اس پر کوئی روک ٹوک نہیں کرتے لیکن وہ تمہارے ساتھ ایسا کر رہی ہے۔ مستقبل میں وہ مزید ٹاکسک ہو سکتی ہے" یوسف نے اس ساری صورتحال پر سنجیدگی سے اُسے سمجھایا تھا۔ لیکن اُسکے لیے یہ آسان نہیں تھا

"میں کیا کروں یار! ایک مہینہ ہے شادی میں اور وہ رشتہِ ختم کرنے کی بات کر رہی ہے" وہ پریشان تھا۔ اُن دونوں کی منگنی جتنے دھوم دھام سے ہوئی تھی اس میں پورا خاندان اور حلقہ احباب مدعو تھا۔ اُسکا ٹوٹنا باعث شرمندگی تھا۔ بات بڑھتے بڑھتے زویا تک جا پہنچی۔ اُسکی ماں اور وہ دونوں معظم کے والد ولید صاحب سے معافی مانگنے آئیں اور یہ بھی بتایا کہ وہ گاؤں واپس جا رہی ہیں تاکہ انکی وجہ سے اُنہیں مزید ذلت نہ برداشت کرنی پڑے۔ معظم نے سنا تو اُنہیں سختی سے گاؤں جانے سے منع کر دیا۔

"میرے سمجھ نہیں آ رہی اب تم کیوں ضد کر رہے ہو؟ زویا کے لیے ہم ماہرہ کو تو ناراض نہیں کر سکتے ناں؟" نرمین آپی نے کہا تھا

"بات زویا کی نہیں ہے آپی! ماہرہ اگر آج اپنی مرضی کروانے میں کامیاب ہو گئی تو کل وہ بار بار یہی سب دھرائے گی۔ وہ لوگوں سے میرے ملنے جلنے پر بھی اعتراض کریگی۔ بعد میں پچھتانے سے بہتر ہے کہ ابھی کوئی فیصلہ ہو جائے"

"مگر۔۔۔" انہوں نے کچھ کہنا چاہئے لیکن ولید صاحب نے بیٹی کی بات کاٹ دی

"وہ صحیح کہہ رہا ہے۔ میں آج ہی اُسکے والد کو فون کر کے بتا دونگا کہ زویا اور اُسکی ماں کہیں نہیں جائینگی۔ مجھے نہیں لگتا کہ اتنی سی بات پر وہ لوگ رشتہ ختم کر دیں گے۔ جبکہ شادی کے کارڈ بھی آدھے سے زیادہ تقسیم ہو چکے ہیں" معظم کو بھی یقین تھا کہ ماہرہ لاکھ ضدی صحیح لیکن اتنی بیوقوف نہیں ہے۔ وہ بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتی ہے۔ یقیناً اس سے ناراض ہو گی لیکن شادی سے انکار نہیں کریگی۔ لیکن اُسکی یہ سوچ تب غلط ثابت ہوئی جب اس نے منگنی کی انگوٹھی سمیت تمام تحفے تحائف تک گھر بھجوا دیئے۔ اور اُسکے والد صاحب نے فون پر ہی رشتہ ختم کر دیا۔

"میں جا کے بات کرونگی اُن سے، ایسے تھوڑی فون پر رشتے ختم ہوتے ہیں" معظم کی ماں سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

"کوئی کہیں نہیں جا رہا۔ ہم اتنے گرے پڑے نہیں ہیں۔ اللہ گواہ ہے کہ ہم نے اور ہمارے بیٹے نے پوری کوشش کی تھی نباہ کرنے کی، لیکن وہ لوگ اس لائق نہیں تھے۔ اب ہم مزید انکے سامنے نہیں جھکیں گے" اُسکے والد نے فیصلہ سنا دیا تھا۔

معظم کئی دن تک بے یقینی کا شکار رہا۔ روز سوچتا کہ ماہرہ کو کال کر کے اس سے پوچھے کہ اس نے واقعی ایسا کر دیا ہے؟ وہ واقعی اُسے زندگی سے نکال چکی ہے؟ لیکن پھر خاموش ہو جاتا۔ جب اُسے مکمل یقین آ گیا کہ ہاں! اب وہ واپس نہیں آئے گی، وہ اُسکی زندگی سے جا چکی ہے تو غصّے کا ایک اُبال اٹھا تھا اُسکے اندر، دل کرتا تھا کہ ماہرہ کہیں سے سامنے آئے اور آگ لگا دے وہ اُسے۔۔۔۔ زویا کی ماں پھر گاؤں تو نہ گئی البتہ کچھ ہی مہینوں میں اس نے زویا کو

رخصت کر دیا تھا۔ لڑکا اچھا تھا، پڑھا لکھا تھا اور اُسے آگے پڑھنے کی اجازت بھی دے رہا تھا۔ اُنہیں زویا کے ایک ملازمہ کی بیٹی ہونے پر بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔ یوں وہ بھی یہاں سے چلی گئی۔ کاش ماہرہ کچھ دن صبر کر لیتی۔۔۔ لیکن یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔۔

--------+------+--------

ماہرہ اُسکی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی تھی۔۔۔۔۔ جس نے اُسے، اِس بری طرح دھوکہ دیا کہ وہ دوبارہ سنبھل ہی نہ سکا۔ حتٰی کہ پانچ سال گزر گئے۔ ان پانچ سالوں میں یوسف اور فیضان کی شادیاں ہو گئی۔ فیضان کی دو جڑواں بیٹیاں اور یوسف کا ایک بیٹا تھا۔ جبکہ خود معظم کی ماں اُسکی شادی کی خواہش دل میں لیے دنیا سے چلی گئی پر وہ نہ مانا۔۔۔

آج کل اُسکے باپ نے اُسے پھر سے شادی کہ لیے مجبور کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ راضی نہیں تھا۔ اور شاید کبھی ہوتا بھی نہ لیکن۔۔۔

اُسے ایک روز ماہرہ نظر آئی، وہ مال میں ایک بچی کا ہاتھ تھامے اپنے شوہر کے ساتھ فوڈ کورٹ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ وہ اُسکے شوہر کا چہرہ نہ دیکھ سکا۔ لیکن ماہرہ کا چہرہ۔۔۔۔ اُسکے چہرے پر پچھتاوے کو رمق تک نہ تھی۔ ہمیشہ کی طرح خوش اور مطمئن۔۔۔

لوگ کسی کے ساتھ اتنا برا کر کے خود کیسے خوش رہ لیتے ہیں؟ وہ بس سوچ سکا تھا۔۔ پھر اس نے ایک فیصلہ کیا۔۔ایک اہم فیصلہ

-------+--------+------

ڈیڑھ سال پہلے اس نے ماہرہ کو دیکھا تھا،اور گھر آکر اپنے باپ کو شادی کے لیے رضامندی دے دی تھی۔انہوں نے اگلے ماہ ہی اپنے دوست کی بیٹی سے اُسکی شادی کروادی تھی۔ڈیڑھ سال گزر گئے تھے۔لیکن ماہرہ اُسکی زندگی سے کہیں نہیں گئی۔وہ بار بار یہی سوچتا کہ وہ خوش کیسے رہ رہی ہے؟ وہ اتنی آسانی سے آگے کیسے بڑھ گئی؟ جبکہ خود وہ اُسکے اس عمل سے ریکور نہیں ہو پایا تھا۔اُسکی زندگی ایک روبوٹ کی طرح تھی۔ صبح جاتا، شام کو گھر آجاتا۔ ہفتے میں ایک بار اپنے دوستوں سے مل لیتا۔جو کماتا اس میں سے تھوڑا اپنے لیے رکھتا باقی گھر میں دے دیتا۔اپنی بیوی کی ساری ذمے داریاں پوری کرتا اور بس۔۔۔اس سے زیادہ نہ وہ کسی سے بات کرتا نہ کسی کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا۔۔ایک لگی بندھی روٹین تھی اُسکی۔۔۔

اُسکی بیوی بھی سوال جواب نہ کرتی تھی، نہ ہر وقت اس سے فرمائشیں کرتی رہتی، نہ کوئی شکایت کرتی۔ وہ بھی کبھی اس سے کام کی بات کے علاوہ کوئی بات نہ کرتا تھا۔۔ساتھ دعوتوں میں چلا جاتا، عید وغیرہ پر اپنے سسرال ہو آتا اور بس۔۔۔اُسکی ذمے داری پوری ہو جاتی۔اُسکی بیوی کی ایک عادت اچھی تھی، وہ اپنے چہرے سے پتہ نہیں چلنے دیتی تھی کہ وہ اُسکے رویّہ سے ناخوش ہے یا نہیں۔نہ کبھی اپنے گھر والوں سے اپنا اور معظم کا ذکر کرتی نہ اپنے ذاتی معاملات میں اپنے گھر والوں یا معظم کے گھر والوں کو شریک کرتی۔اُسکی طرف سے وہ مطمئن تھا۔

پھر ایک دن ماہرہ اُسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ پھر سے اس سے وضاحت مانگنے۔۔۔۔۔

فیضان نے اپنے گھر پر اپنے تمام کلاس میٹس کا ایک چھوٹا سا **گیٹ ٹو گیدر** رکھا تھا۔ جس میں وہ سب اپنی بیویوں کے ساتھ مدعو تھے۔ یوسف اور معظم بھی فیضان کی طرح میزبانی کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ یوسف اگرچہ انکے ساتھ نہیں پڑھتا تھا لیکن ان دونوں کے بیشمار دوستوں سے اُسکی بھی اچھی بات چیت تھی، اسی لیے وہ بھی یہاں تھا۔ جب تمام مہمان آ گئے، تب معظم کی نظر ماہرہ پر پڑی۔ وہ حیران رہ گیا۔ وہ فیضان کے پاس سخت غصّے میں آیا تھا

"تم نے اُسے کیوں بلایا؟"

"میں خود نہیں جانتا تھا معظم" وہ حیران اور شرمندہ نظر آ رہا تھا

"کیا مطلب تم نہیں جانتے تھے؟"

"یار! وہ ہمارے کلاس میٹ فراز کی بیوی ہے۔ مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی۔ میں نے تو فراز کو اُسکی وائف کے ساتھ انوائٹ کیا تھا۔" اس نے بتایا۔ لیکن وہ تو جانتی تھی نہ کہ فیضان کے گھر میں معظم بھی ہو گا۔ پھر وہ کیسے آ گئی وہاں؟ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ یوسف وہاں آیا۔ وہ چہرے سے سخت تپا ہوا لگ رہا تھا

"کیا ہوا ہے؟" فیضان نے پوچھا

"ماہرہ ملی تھی، کہنے لگی کہ مجھے معظم سے پانچ منٹ اکیلے میں بات کرنی ہے۔ میں نے بھی صاف کہہ دیا کہ تم اس سے نہیں ملنا چاہتے "اس نے بتایا

"اُسے جا کے کہو کہ میں ملنے کو تیار ہوں۔ "معظم نے سنجیدگی سے کہا

"کیا؟ "دونوں کے منہ سے بیساختہ نکلا تھا

"تم پاگل تو نہیں ہو "فیضان نے پوچھا

"مجھے آج اس سے بات کرنی ہی ہے۔ بلاؤ اُسے۔۔ اور تم دونوں بھی ساتھ ہو گے "اس نے کہا تو یوسف تاسف سے اُسے دیکھتا وہاں سے چلا گیا۔ کھانا سرف ہو چکا تھا۔ تمام لوگ ہاتھوں میں ڈرنکس لیے گروپس کی صورت بکھرے ہوئے تھے۔ ایسے میں وہ اُسے فرسٹ فلور پر لے آیا، جہاں لاؤنج میں معظم اور فیضان پہلے سے ہی کھڑے تھے۔ وہ سیدھا چلتے ہوئے معظم کے پاس آئی

"کیا کام ہے مجھ سے ؟"معظم نے بنا تحمید کے پوچھا تھا

"تم نے شادی کر لی، مبارک ہو تمہیں "اس نے ایسے کہا جیسے دونوں بہت پرانے دوست ہوں

"کیا۔۔ کام۔۔ ہے ؟"اس نے چبا چبا کر کہا

"صرف ایک سوال پوچھنا ہے تم سے، پچھلے چھ سالوں سے میں بس یہی سوچ رہی ہوں۔ تم نے کیوں کیا میرے ساتھ ایسا؟"

"میں نے؟ میں نے کیا کیا تمہارے ساتھ؟" وہ حیران ہوا

"تم نے ایک عام سی لڑکی کے لیے مجھے چھوڑا، اگر ایسا ہی کرنا تھا تو مجھے خود سے پرپوز کیوں کیا تم نے؟"

"تم آج بھی مجھ پر الزام لگانے آئی ہو؟ پچھلے چھ سالوں میں بھی وہ لڑکی نہیں نکلی تمہارے دماغ سے؟" وہ طنزیہ بولا

"تو؟ وہ اتنی اہم تھی کہ تم نے میری بات ماننے کے بجائے اُسے اہمیت دی اور۔۔۔"

"وہ بہن تھی میرے لیے۔۔۔" اس نے بات کاٹی تو وہ رکی۔۔۔

"وہ میرے لیے بہنوں کی طرح تھی، تمہاری منگنی توڑنے کے چند ماہ بعد ہی اس نے شادی کر لی اور وہ بھی اپنی مرضی سے۔۔۔ اور میں نے اسے نہیں۔۔۔ اپنی عزت نفس کو اہمیت دی تھی۔ تم نے کردار کشی کی تھی میری۔۔۔ میں کیسے برداشت کرتا۔۔"

"کک۔۔۔ کیا" وہ جیسے شاک میں آئی تھی

"تم نے خود منگنی توڑی تھی۔ میں قصوروار نہیں ہوں"

"تم نے مجھے اس وقت کیوں نہیں بتایا کہ وہ بہن جیسی تھی تمہارے لیے۔۔" اُسے یقین نہیں آ رہا تھا

"میں کیوں بتاتا تمہیں؟ کیا مجھے تمہیں لکھ لکھ کر دینا تھا کہ ہر ملنے جلنے والا میرے لیے کیا اہمیت رکھتا ہے؟ کیا مجھے ہر بار تمہیں وضاحت دینی پڑتی؟"

"مم۔۔میں۔۔" وہ کچھ بولنا چاہتی تھی

"کم از کم تمہیں تو مجھ سے وضاحت نہیں مانگنی چاہیے تھی۔ تمہیں تو مجھ پر بھروسہ ہونا چاہیے تھا۔ میں نے خود پسند کیا تھا تمہیں، خود رشتے بھیجا تھا تمہارے لیے۔۔۔۔ اگر کوئی اور لڑکی پسند ہوتی مجھے تو میں یہ سب کیوں کرتا؟" وہ خاموش کھڑی تھی

"تم پہلی اور آخری لڑکی تھی جسے میں پسند کرتا تھا، اور تم آج بھی۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔۔۔کچھ اور۔۔۔ شاید یہ کہ آج بھی میں تمہیں ہی چاہتا ہوں لیکن۔۔۔اُسکی نظر دروازے پر گئی۔ دروازے پر کھڑے وجود کو دیکھ کر جہاں وہ ساکت ہوا تھا وہیں یوسف اور فیضان کے چہرے بھی ایسے سفید ہو گئے تھے مانو کسی نے خون نچوڑ لیا ہو۔

دروازے پر اُسکی بیوی کھڑی تھی۔

کیا اس نے سب سنا تھا؟

یا بس اُسکا آخری جملہ سنا تھا؟

اُسکے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ کچھ سنا بھی یا نہیں، اُسکے چہرے پر کوئی تاثرات آئے بھی تھے تو اس نے لمحوں میں چھپا لیے تھے۔۔۔۔ کہ وہ اس میں ماہر تھی۔

"مہمان جا رہے ہیں، آپ لوگ نیچے آجائیں" وہ اطلاع دے کر رکی نہیں۔ وہ لوگ خاموشی سے نیچے آ گئے۔ مہمان جا رہے تھے۔ ماہرہ گم صم تھی اور آج پہلی بار معظم کو اسکی فکر نہیں تھی۔ آہستہ آہستہ تمام مہمان چلے گئے

لیکن اُن تینوں کو جیسے اب تک سانپ سونگھا ہوا تھا۔ تینوں ایک دوسرے کی شکلیں پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ یوسف اور فیضان کی بیویاں آپس میں محو گفتگو تھیں، جبکہ اُسکی بیوی غائب تھی۔

وہ کیا کریگی اب؟ کیا وہ بھی اس سے وضاحت مانگے گی؟ پھر سے سب کچھ دہرایا جارہا تھا۔ معظم کو پہلی بار اُسکی فکر ہورہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ فرسٹ فلور کی ریلنگ سے نیچے جھانکتی دکھائی دی۔

"بھابھی یہ برتن نیچے لے آؤں؟" وہ فیضان کی بیوی سے سوال کررہی تھی۔

"ہاں پلیز! اسے کچن میں دھیان سے رکھ دینا" وہ نارمل سے انداز میں سر ہلاتی سیڑھیاں نیچے اترنے لگی۔ اُسکے ہاتھ میں ٹرے تھی، جس میں کانچ کے برتن رکھے تھے۔ وہ اسے تھامے دھیان سے سیڑھیاں اتر رہی تھی کہ اچانک ہی اُسکی ہیل میں اسکے دوپٹے کا پلو پھنسا تھا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے ٹرے تھام رکھی تھی اس لیے وہ سنبھل نہ سکی۔ اُسکا پاؤں پھسلا اور سر ماربل کی سیڑھی سے جالگا۔ یہ سب جیسے لمحوں میں ہوا تھا۔ وہ فرش پر جیسے ہی گری، خون کی ایک نہر تھی جو اُسکے سر سے بہتی ہوئی پورے فرش پر پھیلتی چلی گئی۔ اُسے آوازیں آنا بند ہوگئی تھی، چیزیں جیسے دھندلا رہی تھیں۔ وہ سب لوگ کسی ہیولے کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ وہ آنکھیں کھلی رکھنے کی کوشش کررہی تھی پر نہیں کرپارہی تھی۔

"مومنہ۔۔۔" بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ جو آخری آواز اس نے سنی وہ معظم کی تھی۔

‘‘سر پر لگی چوٹ گہری ضرور ہے لیکن اتنی خطرناک تو نہیں کہ وہ کومہ میں چلی جاتیں۔" وہ یوسف کے ساتھ اس وقت ڈاکٹر کے روم میں تھا۔

‘‘پھر؟ کیا وجہ ہے جو وہ ہوش میں نہیں آرہی، ایک ہفتہ ہو گیا ہے" معظّم نے اضطراری انداز میں کہا تو یوسف نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا

"وجہ وہ خود ہیں، وہ خود ہوش میں نہیں آنا چاہتیں اس لیے ہوش میں نہیں آپا رہی ہیں"

‘‘مطلب؟"

‘‘مطلب یہ کہ کومہ میں جانے والے مریض اپنی جانب سے بھی کچھ کوشش کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ہوش میں آنے کے لیے وہ اپنی ول پاور (قوت مدافعت) لگاتے ہیں۔ کومہ سے باہر آنے کے لیے سب سے زیادہ مریض کی اپنی کوشش کام آتی ہیں ہم ایسے میں کچھ نہیں کر سکتے۔ آپکی وائف خود ٹھیک نہیں ہونا چاہتیں۔ ایک ہفتے میں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ انکی جانب سے ایک فیصد بھی کوشش نہیں ہو رہی" ڈاکٹر نے تفصیل سے بتایا

‘‘پر کیوں؟" اس نے آہستہ سے پوچھا

"شاید کوئی صدمہ پہنچا ہے اُنہیں، یا جینے کی خواہش ختم ہو گئی ہے اُن کے اندر۔ ایسا لگتا ہے کہ کسی بات نے انہیں بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ یہ بہت عرصے سے anxiety کا شکار بھی تھیں۔" ڈاکٹر مزید بھی کچھ بتا رہا تھا پر اُسکا دماغ لفظ anxiety پر ہی اٹکا ہوا تھا۔ وہ اتنے عرصے سے ڈپریشن کا شکار تھی۔ اور اُسے معلوم ہی نہ تھا۔

"وہ کب تک ہوش میں آئے گی؟" یوسف نے پوچھا

"آپ خود ڈاکٹر ہیں، آپ تو جانتے ہیں کہ ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہفتوں بھی لگ سکتے ہیں، مہینوں بھی اور شاید سالوں بھی۔" ڈاکٹر نے اُسکے سر پر جیسے بم پھوڑا تھا۔ اُن سے بات کر کے وہ دونوں باہر آئے تو فیضان اُسی وقت وہاں پہنچا تھا۔ معظم کاریڈور میں رکھی کرسی پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گیا۔ جبکہ یوسف نے ساری باتیں فیضان کے گوش گزار کر دیں۔ اس نے تاسف سے معظم کو دیکھا

"اب کیوں پریشان ہو رہے ہو؟ تمہاری وجہ سے ہی تو اس حال میں ہے وہ" اس نے تلخ انداز میں معظم سے کہا تو وہ حیرت سے اُسے دیکھنے لگا۔

"کیا کر رہے ہو فیضی؟ وہ پہلے ہی پریشان ہے" یوسف نے اُسے منع کرنا چاہا

"تو کیوں پریشان ہے؟ مومنہ بھی کسی کی بیٹی ہے۔ جسکو یہ گھر میں رکھے سامان جتنی اہمیت ہی دیتا ہے۔ پھر اسے کیا پرواہ وہ ہوش میں آئے نہ آئے" وہ سخت غصّے میں تھا۔ وہ بھی دو بیٹیوں کا باپ تھا

"پر میں نے ہمیشہ اپنی ذمے داری پوری کی ہے" اس نے کمزور سی دلیل دینے کی کوشش کی

"کیا ذمے داری پوری کی ہے؟ صرف کمانا ذمے داری ہے؟ کبھی پوچھا اس سے کہ وہ خوش ہے یا نہیں؟ بیمار ہے یا پریشان؟" وہ اسے آئینہ دکھا رہا تھا۔ اور وہ سر جھکائے سن رہا تھا۔ اب تو شرمندہ ہونے کی بھی سکت نہ تھی اس میں۔۔۔

"ایک بات یاد رکھنا، تم میں اور ماہرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔۔۔"اس نے سخت لہجے میں کہا تو معظم نے شدید صدمے سے اُسے دیکھا تھا

"بلکہ وہ تم سے زیادہ بہتر تھی۔ کم از کم اُسے تم سے شادی نہیں کرنی تھی تو صاف کہہ تو دیا۔ وہ سلوک نہیں کیا اس نے تمہارے ساتھ، جو تم نے مومنہ کے ساتھ کیا" وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ یوسف اُسے ٹھنڈا کرنے اُسکے پیچھے گیا تھا۔ معظم وہاں اکیلا رہ گیا تھا۔

تو یہ کمایا تھا اس نے ساری زندگی۔۔۔ایک سیراب کے پیچھے بھاگتے بھاگتے اپنا اصل گنوا دیا تھا۔ مومنہ نے کبھی اس سے شکایت نہ کی، کوئی اختلاف، کوئی جھگڑا تک نہ کیا، کبھی ناراضگی نہ دکھائی اُسے، یا پھر معظم نے کبھی اُسے اُتنی اہمیت ہی نہ دی تھی کہ وہ ناراض ہوتی، غصّہ کرتی یا اس سے جھگڑتی۔۔۔۔

اور اب وہ نہ زندوں میں تھی نہ مردوں میں۔۔۔۔۔

------+----------+---------

ایک مومنہ۔۔۔۔ایک معظم۔۔۔۔اور ایک ماہرہ۔۔۔

اسی تکون میں وہ پچھلے ڈیڑھ سال سے جی رہا تھا۔۔۔پر اب اُسے یہ تکون زہر لگ رہا تھا۔ وہ نکلنا چاہتا تھا اس سے۔۔۔

مومنہ کے حادثے کو آج دسواں دن تھا۔ اور آج دس دن بعد پھر ماہرہ اُسکے سامنے کھڑی تھی۔ پچھتاوے، کرب، شرمندگی اور وہ سب کچھ تھا اُسکے چہرے پر جو معظم نے اتنے سالوں میں اُسکے چہرے پر دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ لیکن اب اُسے ان سب سے کوئی سروکار نہ تھا نہ ہی کوئی خوشی ہوئی تھی اُسے، بلکہ پچھلے دس دن میں اُسے یہ یاد بھی نہیں آیا تھا کہ ماہرہ اس سے کچھ دنوں پہلے ملی تھی۔ یاد تھا تو بس اتنا کہ مومنہ مر رہی تھی۔۔۔ وہ سامنے تھی۔۔۔۔پر کہیں نہیں تھی۔۔۔۔

"کیوں آئی ہو؟"اس نے تھکے ہوئے لہجے میں پوچھا

"میں معافی مانگنا چاہتی ہوں، پچھلے کئی روز سے میں شدید اسٹریس میں ہوں۔ پچھتاوے ہیں کہ ختم ہی نہیں ہو رہے۔ سوچا تم سے معافی مانگ لوں تو شاید کچھ تسلی ہو جائے۔۔"وہ شرمندہ لہجے میں گویا ہوئی۔

"کر دیا معاف۔۔۔"اس نے کہا تو ماہرہ نے حیرت سے سر اٹھا کر اُسے دیکھا۔

"ہاں! میں نے معاف کر دیا تمہیں، لیکن ایک گزارش ہے تم سے۔۔۔ دوبارہ میرے سامنے کبھی مت آنا ۔۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔۔ تم نے مجھے دوسری بار نقصان پہنچایا ہے۔ تم جتنی مرتبہ مجھے ملی ہو، اتنی ہی مرتبہ میری زندگی برباد ہوئی ہے۔ چلی جاؤ خدا کے لیے۔۔۔۔اور کبھی واپس مت آنا"وہ کہہ کر ماہرہ کا تاریک ہوتا چہرہ دیکھنے کے لیے رکا نہیں تھا۔ نہ ہی پیچھے مڑ کے دیکھنا چاہتا تھا۔

------+----------+----------

مومنہ کے حادثے کو آج بیسواں دن تھا

شیشے کی دیوار کے اُس پار وہ اُسے مشینوں میں جکڑی، زندگی سے دور اور موت سے قریب نظر آ رہی تھی۔ وہ دن رات اسی طرح وہاں کھڑا رہتا تھا۔ کبھی یوسف تو کبھی فیضان اُسے کہہ کہہ کر تھک جاتے، تب وہ تھوڑی دیر کے لیے چیئر پر بیٹھ جاتا۔ بیس دنوں سے وہ اپنی جاب پر نہیں گیا تھا۔ آفس والوں نے اُسے برقرار رکھا ہوا تھا یا نکال دیا اُسے کچھ خبر نہ تھی۔ آج سے گیارہ ماہ پہلے جب اُسکی سالگرہ تھی۔ وہ صبح آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ مومنہ نے اُسکے لیے ناشتہ لگایا ہوا تھا۔

"میں ناشتہ نہیں کرونگا۔" اس نے جوتے پہنتے ہوئے کہا تھا

"کیوں؟" وہ پلیٹیں ٹیبل پر رکھتی ہوئی چونکی

"آج آفس کی طرف سے ناشتہ ہے" اس نے بتایا۔

"اچھا۔" وہ خاموش ہو گئی۔ مزید کوئی سوال نہ کیا کیونکہ وہ ایسی ہی تھی۔ جوتے باندھ کر وہ کھڑا ہوا اور مومنہ کو دیکھا۔

"اصل میں آفس میں جس ایمپلوئی کا برتھڈے ہوتا ہے، اس دن آفس کی طرف سے اُسے اور اُسکی ٹیم کو ناشتہ دیا جاتا ہے۔" پتہ نہیں اس نے اتنی تفصیل سے کیوں بتایا تھا۔

"تو آج کس کا برتھڈے ہے؟"

"میرا۔۔۔"

"واقعی؟آج آپکا برتھڈے ہے"اس نے اشتیاق سے پوچھا

"ہونہہ۔۔۔"اس نے جواب میں ویسے ہی سنجیدہ لہجے میں کہااور دروازے کی طرف بڑھنے لگا

"آپکو کھانے میں کیا پسند ہے۔"وہ اُسکے پیچھے پیچھے آئی۔

"مٹن کڑھائی۔۔۔"جلد بازی میں اُسکے منہ سے نکلا۔

"تو پھر آپ آج جلدی گھر آیئے گا۔میں آپکے لیے مٹن کڑھائی بناؤ گی"اس نے خوشی سے کہا

"دیکھوں گا"وہ بس اتنا ہی کہتا ہوا باہر نکل گیا۔مومنہ کے لیے یہ بھی بہت تھا کہ اس نے آنے پر رضامندی ظاہر کی تھی۔پھر وہ سارا دن مصروف رہی۔وہ بہت اچھا کھانا بناتی تھی۔لیکن مٹن کڑھائی وہ پہلی مرتبہ بنا رہی تھی، اُسکے لیے اُسے انٹرنیٹ سے مدد لینی پڑ رہیں تھی۔شام تک سب کچھ تیار تھا۔سب تیار کر کے اس نے ٹیبل پر سجایا اور اُسکا انتظار کرنے لگی۔

معظم کو آفس کے بعد یوسف اور فیضان اپنے ساتھ لے گئے۔وہ اُسکی سالگرہ پر اس سے ڈنر لینے کا ارادہ رکھتے تھے۔اُسے بھی کوئی اعتراض نہ تھا کہ وہ لوگ ایک دوسرے کی سالگرہ پر ڈنر ساتھ کرتے تھے۔رات کے کھانے کے بعد وہ لوگ سمندر کنارے آگئے تھے۔باتیں کرتے وقت کا پتہ نہ چلا۔قریباً رات ڈھائی بجے انکی واپسی ہوئی تھی۔دروازہ کھول کر وہ گھر میں داخل ہوا تو ہر طرف سنّاٹا تھا۔یقیناً ابّو اور مومنہ دونوں سو چکے تھے۔وہ آہستہ

سے جوتے اُتار کے لاؤنج میں داخل ہوا۔ خاموشی سے سارے کام کرتے ہوئے بے ارادہ ہی اُسکی نظر ڈائننگ ٹیبل پر پڑی۔ وہاں پلیٹیں، روٹی کا پاٹ اور سالن کا ڈونگا سلیقے سے سیٹ رکھا تھا۔ وہ حیران ہوا، ایسا انتظام تو دعوت پر ہی ہوتا تھا۔ ورنہ اُسکے گھر آنے کا کوئی ٹائم سیٹ نہ تھا۔ وہ دل چاہتا تو جلدی گھر آجاتا ورنہ دیر سے آتا۔ بھوک لگی ہوتی تو مومنہ اس سے پوچھ کے کھانا لگا دیتی ورنہ وہ منع کر دیتا۔ ایسا اہتمام تو نہیں ہوتا تھا۔

"کسی نے آنا تھا کیا آج؟" اس نے یاد کرنے کی کوشش کی۔ پھر آگے بڑھ کر ڈونگے کا ڈھکنا اٹھایا

"یہ کیا ہے؟" وہ حیران ہوا۔۔۔ "مٹن کڑھائی۔۔۔" اور اگلے ہی لمحے اُسکے ذہن میں جھماکا ہوا تھا

"آج جلدی گھر آیئے گا۔ میں آپکے لیے مٹن کڑھائی بناؤنگی" اُسکے کانوں میں مومنہ کی آواز گونجی۔ آج پہلی بار وہ بنا سوچے سمجھے مومنہ کو گھر میں ڈھونڈھنے بھاگا تھا۔ وہ کمرے میں آیا تو دیکھا وہ سو چکی تھی۔ اُسے شدید افسوس ہوا۔ اتنا بداخلاق تو وہ کبھی نہیں رہا تھا کہ حامی بھر کے بھول جائے۔ وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر آگیا۔

آج پورے دن میں ایک بار بھی اُسے یاد نہیں آیا کہ مومنہ نے اُسے کچھ کہا تھا، ایک بار بھی نہیں۔ اس نے مومنہ کو کبھی یہ اجازت نہیں دی تھی کہ وہ اس سے سوال کرے کہ معظم کہاں ہے؟ اور کتنی دیر میں آئیگا؟۔ یقیناً اس نے انتظار کیا ہوگا اور جب وہ نہیں آیا تو وہ افسردہ ہو کر سو گئی ہوگی۔ کیا سوچتی ہوگی وہ؟ اُسے شدید شرمندگی ہو رہی تھی۔ اور کیوں؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا

اگلی صبح مومنہ کو جاگتے جاگتے بہت دیر ہو گئی تھی۔ جب وہ اٹھی تو دن کے گیارہ بج رہے تھے حالانکہ وہ چھٹی کا دن تھا لیکن وہ کبھی چھٹی کے دن بھی نو بجے سے زیادہ نہیں سوتی تھی۔

"اف! اتنی دیر کیسے ہو گئی؟" وہ سلیپرز پہن کر کھڑی ہوئی اور آس پاس دیکھا۔ معظم کہیں نہیں تھا۔ وہ منہ پر پانی مارتی نیچے آئی تو معظم کچن میں کھڑا کچھ کر رہا تھا۔

"کیا کر رہے ہیں آپ؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا تو معظم نے اُسے سنجیدگی سے دیکھا۔

"مٹن کڑھائی گرم کر رہا ہوں" اس نے مصروف سے انداز میں کہا

"کیوں؟" اُسکی زبان سے پھسلا

"کیا مطلب کیوں؟ ناشتہ نہیں کرنا کیا؟"

"کرنا ہے۔۔۔" اس نے جلدی سے سر ہلایا

"تو پھر بیٹھو، یہ گرم ہو ہی گیا ہے بس۔۔۔۔" وہ آج مومنہ کو حیران کر رہا تھا۔

"میں نے رات کو کڑھائی چکھی تھی۔ اتنی مزے کی تھی کہ میں پیٹ بھرا ہونے کے باوجود اچھا خاصا کھا گیا تھا" وہ کہتے ہوئے کرسی کھینچ کر بیٹھا۔ اتنی باتیں تو وہ کبھی نہیں کرتا تھا۔

"نان میں لے آیا ہوں۔ تم شروع کرو" اس نے خاموشی سے ناشتہ شروع کیا

"میں کل بھول گیا تھا، آئی ایم سوری۔۔۔" مومنہ کو مسلسل خاموش دیکھ کر اس نے کہا۔ اس دن مومنہ بہت خوش تھی۔۔۔ اتنی کہ معظم نے پہلے اُسے کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔ اُسکے لیے یہی بہت تھا کے معظم نے اس سے اتنی بات کی تھی۔

تو کیا اس دن سے پہلے اور اس دن کے بعد اس نے دوبارہ کبھی مومنہ کو خوش دیکھا تھا؟ کبھی اس نے، مومنہ لیے دوبارہ اُس سے اس طرح بات کرنے کی کوشش کی تھی؟ نہیں۔۔۔

اور اب وہ چاہتا تھا کہ مومنہ سامنے ہو اور وہ اس سے اتنی ہی باتیں کرے۔۔۔ ایک ماہ بعد اُسکی سالگرہ تھی۔

"کاش میری اگلی سالگرہ پر تم میرے ساتھ ہو۔" اس نے دل سے دعا کی تھی

--------+---------+-------

مومنہ کے حادثے کو ایک مہینہ پورا ہو گیا تھا۔

اُسکا وہاں سے گھر آنے کو دل نہیں کرتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی مومنہ کے گھر والے اُسکے ساتھ وہاں رک جاتے تھے۔ اور ہسپتال میں بس ایک بندے کو رکنے کی اجازت تھی۔ تب اُسے مجبوراً گھر آنا پڑتا۔ گھر کی ایک ایک چیز اُسے مومنہ کی یاد دلاتی تھی۔ معظم کی بس ایک ہی بری عادت تھی کہ وہ اپنی الماری کبھی بھی ڈھنگ سے سیٹ کر کے نہیں رکھتا تھا۔ اور مومنہ ہر دوسرے ہفتے اُسکی الماری کو ٹھیک کر رہی ہوتی تھی۔ اُسے پتہ بھی نہ چلتا تھا اور اُسکے سارے کام ہو جاتے تھے۔ گھر کے ہر ہر کونے میں اُسے مومنہ نظر آتی، اُسکی آواز سنائی دیتی تھی۔ اُسے یاد

بھی نہ تھا کہ اُسکی زندگی میں کوئی ماہرہ بھی تھی۔اُسے فیضان سے پتہ چلا کہ وہ واپس کینیڈا چلی گئی تھی پر اُسے کوئی سروکار نہ تھا۔

وہ گھر میں داخل ہوتا تھکے ہوئے انداز میں صوفے پر گر گیا۔

"معظم!۔۔۔"اس نے مڑ کر دیکھا تو پیچھے ولید صاحب کھڑے تھے،اُنہیں دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھا

"جی ابّو؟"اس نے پوچھا۔وہ اُسکے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے

"میں اور نرمین کل صبح کی فلائٹ سے حج کے لیے نکل رہے ہیں۔ تمہیں پہلے نہیں بتایا کہ تم سے بات ہی نہیں ہو پا رہی تھی"

"پر حج میں تو ابھی بہت وقت ہے"

"ہاں بیٹا لیکن ہماری ٹکٹ کل کی ہی ہوئی ہے۔ ہم تب تک وہاں عمرے کر لینگے۔ جتنا ہو سکے مومنہ کے لیے دعا کرینگے۔"اُنہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تو وہ خاموش ہو گیا۔

اگلے دن وہ دونوں اپنے سفر کے لیے روانہ ہو گئے۔ نکلتے وقت اس نے ولید صاحب کا ہاتھ تھامتے ہوئے اُنہیں بس ایک بات کہی تھی

"ابّو! مومنہ کے لیے بہت ساری دعا کیجیے گا۔ پلیز" انہوں نے اُسے یقین دلایا اور پھر وہ بھی چلے گئے۔ وہ بلکل اکیلا ہو گیا۔ اس تنہائی میں اس نے خدا سے رو رو کر مومنہ کی زندگی کی دعائیں کی تھیں۔ وہ پوری پوری رات جائے نماز پر بیٹھا رہتا۔ زبان پر بس مومنہ کی زندگی کی دعا ہوتی تھی۔۔۔

اور اُسکی دعائیں قبول ہو گئی

------+--------+---------

مومنہ کے حادثے کو ایک ماہ اور تین دن ہو گئے تھے۔ اس رات مومنہ کے والد نے اُسے گھر جانے کو کہا وہ اپنی بیٹی کے ساتھ ہسپتال میں رکنا چاہتے تھے۔ اس نے کچھ نہ کہا اور خاموشی سے گھر آ گیا۔ صبح فجر کے وقت اُسے مومنہ کے والد کی کال آئی۔ وہ اُسے مومنہ کے ہوش میں آنے کی خبر دے رہے تھے۔ اُسے لگا وہ اُسے زندگی کی نوید سنا رہے ہیں۔ وہ اُسی لمحے سجدے میں گر گیا۔

مومنہ نے ہوش میں آنے کے بعد ایک لفظ نہ کہا تھا، اُسکی روز فزیو اور اسپیچ تھراپی ہوتی تھیں۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ شاید اسے بولنے میں کچھ وقت لگے گا۔ معظم کے لیے یہی بہت تھا کہ وہ خطرے سے باہر تھی۔ وہ دن بھر اُسکے پاس بیٹھا رہتا۔ اس سے ادھر اُدھر کے باتیں کرتا رہتا اور وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ دیوار کو تکتی رہتی۔ پر معظم ہمت نہ ہارتا۔ یہاں تک کے اُسے ہوش میں آئے آٹھواں دن تھا جس دن اس نے بات کی۔ اور جو پہلی بات اس نے کی وہ معظم کی روح تک فنا کرنے کے لئے کافی تھی۔

"میں گھر جانا چاہتی ہوں۔۔۔اپنے گھر" وہ سامنے ہی دیوار کو دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"میں بھی تمہیں مزید یہاں نہیں رکھنا چاہتا۔۔۔ڈاکٹر صاحب آخری چیک اپ کر لیں پھر تمہیں ڈسچارج کر کے گھر لے جائیں گے" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ مگر اس نے اُسکی طرف دیکھا بھی نہیں، بلکہ اپنے بیڈ کی دائیں جانب کھڑے اپنے باپ کو دیکھتی رہی اور بولی

"میں اپنے امی ابّو کے گھر جانا چاہتی ہوں۔۔۔" اُسکے ایک جملے نے وہاں کھڑے ہر شخص کو حیران کیا تھا۔

"میں جا سکتی ہوں نہ ابّو؟" اس نے اپنے باپ کا ہاتھ تھام کر معصومیت سے اُن سے پوچھا۔ کیا وہ انکار کر سکتے تھے؟ اپنی جان سے پیاری بیٹی کو؟

"تمہیں پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اپنے گھر میں آنے کے لیے بھی کوئی اجازت لیتا ہے بھلا؟" انہوں نے پیار سے اُسکے بال سمیٹے۔ وہ مطمئن ہو گئی۔ کمرے میں موجود کسی فریق نے کچھ نہ کہا۔۔۔سب اُسکی صحت کے خیال سے خاموش تھے۔۔۔

بس وہ شاک تھا۔۔۔یہ تو نہ سوچا تھا اس نے۔۔۔یہ توقع نہ تھی اُسے۔۔۔

ایک ماہ گیارہ دن۔۔۔۔

پورے ایک ماہ گیارہ دن اس نے انتظار کیا تھا۔۔۔یہ سننے کے لیے؟

ایک ماہ گیارہ دن۔۔۔۔اس نے کتنی صبح کتنی ہی بے آرام راتیں یہیں گزاری تھی۔۔۔

ایک ماہ گیارہ دن۔۔۔اس نے کوئی نماز نہ چھوڑی تھی۔۔۔کوئی تہجد ایسی نہ تھی جو نہ پڑھی ہو۔۔۔کوئی ایسا لمحہ نہ ہو جب اس نے اُسکے لیے دعا نہ کی ہو۔۔۔

اُسکے ہوش میں آنے کی دعا۔۔۔۔

اور اس نے ہوش میں آنے کے بعد ایک ہفتہ زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہ کیا تھا۔بس کسی بت کی طرح دیواروں کو تکنے میں وقت صرف کیا تھا۔

اس نے بھی اُسے حق بجانب سمجھتے ہوئے کوئی شکایت نہ کی۔۔۔ایک ہفتے بعد اس نے زبان پر لگا قفل کھولا تھا۔۔۔اور بولا بھی تو کیا بولا تھا؟

اُسکی اصل سزا تو اب شروع ہوئی تھی۔

-------+----------+---------

اور مومنہ چلی گئی۔وہ اپنے ماں باپ کے گھر حیدر آباد چلی گئی تھی۔معظم کا پہلی بار دل کیا تھا کہ دھاڑے مار مار کر روئے۔پر وہ چپ تھا۔

"معظم!پریشان نہیں ہو۔وہ کچھ دنوں میں واپس آجائے گی۔"فیضان نے اُسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئی کہا۔

"ماہرہ نے مجھ پر الزام لگایا۔مجھے چھوڑ دیا۔مومنہ نے مجھے ایک لفظ تک نہ کہا۔کوئی الزام نہ لگایا۔پر اس نے بھی مجھے چھوڑ دیا۔"اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا

"دونوں نے ہی مجھے وضاحت دینے کا کوئی موقع نہیں دیا"

"ایسا کیوں سوچ رہے ہو یار؟ وہ نہیں گئی ہے تمہیں چھوڑ کر۔ دیکھنا کچھ دنوں میں واپس آجائے گی" یوسف نے اُسے تسلی دی

"مجھ سے جھگڑ لیتی، مجھے برا بھلا کہہ دیتی، شکایت کرتی مجھ سے، پر اس نے تو کوئی رابطہ تک نہ کیا مجھ سے۔۔۔"

"اس نے نہیں کیا تو تم کر لو۔۔" فیضان کی بات پر اس نے سر اٹھا کے دیکھا

"نہیں کیا نہ؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا" مجھے پتہ تھا۔۔ تمہاری انا بہت بڑی ہے"

"ایسا نہیں ہے۔ میں اپنی شرمندگی کی وجہ سے اس سے بات نہیں کر پا رہا"

"بھاڑ میں ڈالو شرمندگی کو، اُسے کال کرو"

"اگر اس نے نہیں اٹھائی تو؟"

"تو میسیج کرو۔ میسیج کا جواب نہ دے تو دوبارہ کرو۔ کچھ دنوں کے لیے سیلف رسپکٹ، اور ایگو کو گھر بھیج دو۔ تمہیں اپنی غلطی سدھارنی ہو گی۔ ورنہ ساری زندگی پچھتاتے رہو گے" اُن دونوں کے جانے کے بعد وہ انہی کی باتوں کو سوچتا رہا۔ وہ لوگ صحیح تو کہہ رہے تھے۔

اگلے دن اس نے مومنہ کو صبح بخیر کا میسیج کیا تھا۔ ساتھ میں طبیعت بھی پوچھی تھی، جسکا رات تک کوئی جواب نہ آیا تھا۔ معظم کو برا لگا لیکن اس نے فیضی کی بات مان کر انا کو سلا دیا تھا۔ اس نے رات کو خدا حافظ اور اپنا خیال رکھنا کا میسیج لکھ کر بھیج دیا۔

اگلے دن اس نے صبح اٹھ کر آفس جانے سے پہلے چیٹ کھولی تو سارے میسیج دیکھ لیے گئے تھے لیکن جواب ایک کا بھی نہیں آیا تھا

"لگتا ہے زیادہ ناراض ہے" اس نے ہمت نہ ہاری اور اُسے دوبارہ میسیج کیا۔ یہاں تک کہ اُسے میسیج کرتے ہوئے آج تیسرا دن تھا۔ تمام میسیج دیکھ لیے جاتے اور جواب نہ آتا۔ آج بدھ کا دن تھا۔ وہ صبح سے ہی بہت اُداس سا تھا۔ ابّو سے بھی ویڈیو کال پر بات ہوئی تھی۔ وہ بہت خوش نظر آرہے تھے۔ بس ایک وہ ہی تھا جو خالی ہاتھ تھا۔ اس نے موبائل اٹھایا۔ آج کے بھی سارے میسیج دیکھ لیے گئے تھے۔ اس نے کچھ سوچ کر میسیج ٹائپ کرنا شروع کیا۔ میسیج لکھنے کے بعد وہ سر ٹکا کر صوفے پر ہی سو گیا تھا۔

-------+--------+---------

"مومنہ۔۔۔" وہ اپنے بیڈ پر بیٹھی اپنے بھتیجے کی شرارتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی جب اُسکا بھائی اُسکے پاس آیا تھا

"جی بھائی؟"

"یہ اپنا موبائل تو واپس لے لو" اس نے مومنہ کا موبائل اُسکی طرف بڑھایا

"نہیں بھائی! یہ اپنے پاس رکھیں۔ ڈاکٹر نے مجھے موبائل سے دور رہنے کو کہا ہے۔" اس نے موبائل پرے کرتے ہوئے کہا

"دیکھو میں نے تمہارے کہنے پر تین دن سے موبائل اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ لیکن اب میں مزید معظم بھائی کے میسیج اگنور نہیں کر سکتا" اس نے شرارت سے کہا

"کیا مطلب؟ معظم نے میسج کیا ہے؟" اس نے جلدی سے فون اٹھایا

"ہاں۔۔۔ مطلب بندے کے صبر کو سلام ہے تین دن سے میسج سین کر کے جواب نہیں دے رہا، پھر بھی میسیج کیے جا رہے ہیں" اس نے ہنستے ہوئے کہا

"بھائی! آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟" وہ خفگی سے بولی

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ اس موبائل کو مجھ سے دور رکھے اور چاہے کچھ بھی ہو جائے مجھے مت دیں" اس نے مومنہ کو تنگ کرنے کے لیے کہا

"حد ہو گئی بھائی۔۔۔ اب کیوں لائے پھر؟" وہ ناراض ہوئی

"وہ تو مجھے لگا کہ اس سے پہلے معظم بھائی تمہارے دھوکے میں، مجھے داستان لیلیٰ مجنوں سنادیں میں تمہیں ہی فون واپس کر دوں" اس بد تمیز نے کہا تو مومنہ نے کھینچ کے اُسے کشن مارا۔ وہ ہنستے ہوئے اپنے بیٹے کو وہاں سے لیکر چلا گیا۔ مومنہ نے میسیج کھولا۔ معظم کا گھنٹے بھر پہلے کا میسیج آیا ہوا تھا

"آئی مس یو۔۔۔واپس آجاؤ۔۔۔" وہ بار بار میسیج پڑھے گئی۔اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ معظم نے لکھا ہے۔ پھر اگلے ہی لمحے وہ اپنے بھائی کو آوازیں دیتی کمرے سے باہر بھاگی تھی۔

-------+--------+------

آج جمرات کا دن تھا۔ وہ پہلے ہی تھکا ہارا گھر میں داخل ہوا تھا۔ اوپر سے مومنہ نے آج بھی اُسکے میسیج کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ گھر کے گیٹ پر تالا نہیں تھا۔ پر وہ حیران نہ ہوا۔ اکثر فیضان یا یوسف اُسکی غیر موجودگی میں بھی یہاں آجاتے تھے۔ جب سے مومنہ اور ابّو وغیرہ گھر پر نہیں تھے اس نے اُن دونوں کو عارضی طور پر گھر کی چابی دے دی تھی۔ وہ تھکا ہارا گھر میں داخل ہوا، اور اپنا بیگ صوفے پر پھینکا۔ صوفے پر بیٹھ کر اس نے جوتے اتارے اور اُنہیں بھی وہیں چھوڑ دیا۔ انگلیوں سے کنپٹیوں کو مسلتا وہ آنکھیں موندنے ہی لگا تھا جب ایک سخت آواز اُسکے کانوں سے ٹکرائی۔

"جوتا یہاں کیوں پھینکا؟" اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھولی۔ اور حیرت زدہ رہ گیا۔ وہاں مومنہ کھڑی تھی۔ جو سخت ناگواری سے جوتوں کو دیکھ رہی تھی۔ اور معظم بت بنا اُسے۔۔۔۔

"پورے گھر کو کباڑ بنایا ہوا تھا، ٹھیک کرنے میں میرا سارا دن لگ گیا۔" وہ بڑبڑانے والے انداز میں کہتی صوفے کی چادر ٹھیک کرنے لگی۔ پھر وہ کچن میں داخل ہوئی اور ڈش میں کھانا نکالنے لگی، بڑبڑاہٹ ہنوز جاری تھی۔

"کمرے تو تھے ہی بکھرے ہوئے لیکن آپکی الماری۔۔۔ استغفر اللہ۔۔۔ الماری تو جیسے جنگ کا منظر پیش کر رہی تھی۔۔۔ اس طرح کون رکھتا ہے کپڑے" وہ سخت تپی ہوئی تھی۔ معظم حیرت کا بت بنے کھڑا تھا۔ وہ صرف اُسکی موجودگی پر حیران نہیں تھا بلکہ اُسکے انداز و اطوار بھی اُسے جھٹکے پر جھٹکے دے رہے تھے۔ وہ کھانا ٹیبل پر لگانے لگی۔ معظم اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا۔

"اب کیا ساری رات یہی کھڑے رہنا ہے؟" وہ کمر پر ہاتھ رکھتی براہ راست اس سے مخاطب ہوئی

"اں۔۔۔ ہاں۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔" وہ گڑبڑایا

"تو پھر جائیں اور چینج کر کے واپس آئیں، میں زیادہ دیر انتظار نہیں کرونگی آپکا، بھوک لگی ہے مجھے، پانچ منٹ میں نہیں آئیں تو کھانا شروع کر دونگی میں۔۔۔" وہ وارن کرنے والے انداز میں کہتی واپس کچن میں چلی گئی۔

معظم تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا کمرے میں آیا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔ اتنے عرصے سے جو آنسو دبا رکھے تھے، سب باہر نکل آئے تھے۔ آج سے پہلے مومنہ کو اپنے گھر میں دیکھ کبھی ایسی خوشی نہ ہوئی تھی جو آج ہوئی تھی۔۔۔

اچھا خاصا رو لینے اور دل ہلکا کر لینے کے بعد وہ تازہ دم سا نیچے آیا۔اب وہ بہتر تھا۔ مومنہ اُسکے پاس تھی اور اُسے کیا چاہیے تھا؟ وہ ٹیبل تک پہنچا تو وہ پلیٹ میں کھانا نکالے، پہلا لقمہ لے رہی تھی۔

''میں آ ہی رہا تھا بس۔۔۔"اس نے وضاحت دیتے ہوئے کرسی گھسیٹی اور بیٹھ گیا۔

''بتا چکی تھی میں آپکو کہ مجھے بھوک لگی ہے، زیادہ انتظار نہیں کرونگی"اس نے آرام سے کہا۔

''میں سوچ رہا تھا کہ تمہیں لینے آؤں مگر تم خود ہی آگئی۔"اس نے بات کرنے کے غرض سے کہا

"آپکی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے انتظار میں، میں وہیں بیٹھی بوڑھی ہو جاتی۔ آپ جتنی دیر سوچنے میں لگاتے ہیں، اتنی دیر میں طارق بن زیاد اندلس فتح کر کے بھی آگیا تھا۔" وہ طنزیہ بولی جب کہ معظم کہہ کر پچھتا رہا تھا۔ اب کے اس نے خاموشی سے کھانا کھانے میں ہی عافیت جانی تھی۔ بہت دیر خاموشی چھائی رہی۔ اتنی دیر ۔۔۔کہ معظم کو یہ خاموشی چبھنے لگی۔ مومنہ کا کھانا ختم ہو چکا تھا۔ وہ اٹھنے کا سوچ رہی تھی کہ معظم پھر سے بولا

"کھانا اچھا تھا، میں نے تمہارے ہاتھ کے بنے کھانوں کے ذائقے کو بہت یاد کیا تھا" مومنہ اٹھتے اٹھتے واپس بیٹھ گئی۔اور حیرت سے اُسے دیکھنے لگا

"آپکو میرے ہاتھ کے بنے کھانوں کا ذائقہ یاد ہے؟"اس نے بھنویں اُچکاتے ہوئے پوچھا

"ہمم۔۔۔"اس مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا

''یہ کھانا میری امی نے بنایا تھا اور ساتھ بھجوادیا تھا میرے۔۔۔"وہ سنجیدگی سے کہتی معظم کو ہکا بکا چھوڑ گئی تھی۔

---------+----------+----------

وہ اُسکے پیچھے پیچھے ہی کچن میں چلا آیا تھا۔ وہ معمول کے مطابق کچن کے سینگ میں گندے برتن ڈال رہی تھی۔ یقیناً اُسے دھونے کا ارادہ رکھتی تھی۔ وہ اپنی روٹین کے مطابق ہی کام کر رہی تھی۔ اگر کچھ غیر معمولی تھا تو وہ معظم خود تھا۔ پہلے وہ اس وقت اپنے آفس کے کاموں میں مصروف ہوتا یا موبائل دیکھ رہا ہوتا تھا۔ آج وہ اُسکے پیچھے پیچھے گھوم رہا تھا

"تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" اس نے کچن کے کاؤنٹر پر دونوں کہنیاں ٹکاتے ہوئے مومنہ سے پوچھا

"بہترین۔۔۔" ٹکا سا جواب آیا

"لگ بھی رہا ہے" اس نے زیر لب کہا

"لاؤ یہ برتن میں دھو دوں۔۔۔ تم ابھی ابھی ٹھیک ہوئی ہو، تمہیں اتنا کام نہیں کرنا چاہیے" وہ سینگ کے پاس آتے ہوئے بولا

"ٹھیک ہے۔۔۔" وہ بنا کسی بحث کے پیچھے ہٹ گئی۔

" بندہ مروتاً ہی کہہ دیتا ہے کہ نہیں نہیں۔۔۔ آپ نہ کریں، میں کر دونگی۔۔۔ مگر یہ تو لگتا ہے لحاظ مروت سب میکے بھول آئی ہے" وہ بڑبڑایا

"کچھ کہہ رہے ہیں؟"

‘‘نہیں نہیں۔۔۔میں پوچھ رہا تھا کہ تم اکیلے آئی ہو؟"وہ جلدی سے فوم پر لیکوئیڈ لگاتے ہوئے بولا

"بھائی کے ساتھ آئی تھیں صبح۔۔۔"وہ کہتے ہوئے دو ڈش اٹھالائی اور اُنہیں سینگ میں ڈال دیا

"بھائی مجھے گھر تک چھوڑنے ساتھ آئے تھے۔"

‘‘تو اُسے دروازے سے ہی واپس بھیج دیا کیا؟"اس نے ڈش کو ملتے ہوئے پوچھا

"اتنی بداخلاق نہیں ہوں۔شام کو ہی واپس نکلے ہیں حیدر آباد کے لیے۔۔۔"وہ کہتے ہوئے پھر سینگ کے پاس آئی

‘‘یہ دیگچا بھی دھو دیں،امی نے اس میں کڑھائی بنا کر بھیجی تھی"اس نے آرام سے دیگچی بھی سینگ میں ڈال دی۔معظم ضبط کر کے رہ گیا

"تمہاری امی کی بنائی ہوئی کڑھائی ملی نہیں مجھے۔۔۔۔"

‘‘وہ میں نے فریز کر دیا ہے۔تین چار دن تک میں امی کے بنائے کھانے سے ہی کام چلاؤنگی۔ابھی کھانا وغیرہ بنانے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں"وہ بتاتے ہوئے تین چار مزید برتن سینگ پے ڈال گئی

‘‘اچھا۔۔۔"اس نے خون کے گھونٹ بھرتے ہوئے اتنا ہی کہا

"فیضان بھائی کی کال آئی تھی لینڈ لائن پر۔۔۔شاید آپکو کرنا چاہ رہے تھے لیکن آپکا فون بند تھا تو گھر پے کال کر دی"مزید برتن۔۔۔

"کیا کہہ رہا تھا وہ؟"

"وہ تو انہوں نے مجھے نہیں بتایا البتہ میرے گھر آنے کا سن کر کہنے لگے کہ وہ لوگ آئیں گے سنڈے کو مجھ سے ملنے۔۔۔" ایک چمچہ رہ گیا تھا، اس نے وہ بھی لا کر دیا تو معظم کا ضبط جواب دے گیا

"ایک کام کرو۔۔۔ گھر کے جتنے برتن اندر کہیں چھپے ہیں، بلکہ آس پڑوس میں بھی جتنے برتن ہیں وہ بھی لے آؤ۔ آج میں ساری رات بس برتن ہی دھوں گا۔۔ ٹھیک ہے" اس نے سخت تپے ہوئے انداز میں کہا۔ جب بھی اُسکے برتن ختم ہونے لگتے مومنہ کہیں سے مزید برتن لے آتی۔

"میں نے کہا تھا کیا؟ خود ہی آئے تھے برتن دھونے۔۔۔" مجال ہے جو اُسے فرق پڑا ہو

"حد ہے۔۔۔" معظم نے ہاتھ دھوتے ہوئے نل بند کیا اور تولیے سے ہاتھ صاف کرنے لگا۔ مومنہ کچن سے باہر نکلنے لگی

"اچھا سنے۔۔۔ آپکو ابھی کوئی کام تو نہیں ہے؟" اس نے دروازے پر رکتے ہوئے معظم سے پوچھا

"نہیں میں تو بلکل فری ہوں" وہ خوش ہوتے ہوئے بولا۔ وہ خود بھی مومنہ سے بات کرنا چاہتا تھا

"تو پھر میرے لیے چائے بنا دیں۔" وہ اُسے حکم دینے کے بعد جواب سننے کے لئے رکی نہیں تھی۔ وہ دانت کچکچا کے رہ گیا۔

مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق وہ اپنی اور اُسکی چائے بنا کر لاؤنج میں لے آیا، جہاں مہارانی صاحبہ صوفے پر براجمان ڈراما دیکھنے میں مصروف تھیں۔

"یہ لیں مادام! آپکی چائے" اُس نے مسکراتے ہوئے چائے کا کپ اُسکی جانب بڑھایا

"ٹیبل پر رکھ دیں" اس نے ٹی وی پر سے نظریں ہٹائے بنا ہی کہا۔ اس نے خاموشی سے کپ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"تم نے اتنے دن کیا کیا اپنی امی کے گھر پر؟" معظم نے بات کرنے کے غرض سے پوچھا

"آرام۔۔۔" یک لفظی جواب آیا

"میں نے تمہیں بہت یاد کیا تھا، بہت زیادہ۔۔۔" معظم نے کہا مگر دوسری جانب رتی برابر اثر نہ ہوا

"میں کچھ کہہ رہا ہوں مومنہ۔۔۔" اس نے جتایا

"ہنہ۔۔۔ دو منٹ رک جائیں ذرا، ڈراما ختم ہی ہونے لگا ہے" اس نے عجلت میں کہا تو معظم کو پتنگے ہی لگ گئے۔

"ادھر دو مجھے یہ ریموٹ۔۔۔" اس نے ریموٹ اُسکے ہاتھ سے چھینا اور ٹی وی بند کر دیا۔ مومنہ سکون سے اُسے دیکھتی رہی۔۔۔

"میں کب سے تم سے بات کرنا چاہ رہا ہوں اور تم ہو کہ یہ فضول سا ڈراما دیکھنے میں مصروف ہو؟ چپ کر کے بات سنو میری۔۔۔" اس نے رعب والے انداز میں کہا مگر اُسکے سکون میں کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ وہ چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے بولی

"چائے اچھی نہیں ہوئی نہ تو دوبارہ بنواؤ نگی۔۔۔"

"بے شک بنوالینا۔۔۔ابھی جو میں کہہ رہا ہوں وہ سنو۔۔۔۔"

"بولیں۔۔۔۔"وہ اُسکی جانب متوجہ ہوئی

"وہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ۔۔۔۔کہ۔۔۔۔"وہ بھول گیا اُسے کیا کہنا تھا.

"کچھ کہنا بھی ہے یا نہیں؟"

"نہیں نہیں۔۔۔ کہنا ہے۔۔۔۔ وہ۔۔۔ تم چائے تو پیو۔۔۔"اُسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ بات شروع کیسے کی جائے؟

"اچھا۔۔۔"وہ بیزاری سے کہتی ہوئی چائے پینے لگی۔۔۔

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ کیوں نہ گھر کے لیے نیا فرنیچر لے لیا جائے۔۔۔"وہ کہنا کچھ چاہتا تھا کہہ کچھ رہا تھا۔ مومنہ نے ایسے دیکھا جیسے وہ نیم پاگل ہو گیا ہو

"پچھلے سال ہی چینج کیا ہے فرنیچر۔۔۔۔"اس نے یاد دلایا

"ہاں ہاں۔۔۔ فرنیچر تو پچھلے سال ہی بدلہ ہے۔ تو ایسا کرتے ہیں کہ گھر میں نیا پینٹ کرواتے ہیں۔اس مرتبہ تھیم تم دسائڈ کرنا، بلکہ میں تو سوچ رہا ہوں کہ اس بار پینٹ کی جگہ وال پیپر لگواتے ہیں۔ اچھا ہے، کچھ نیا لگے گا۔اور میں پردے وغیرہ بھی بدلوانے کا سوچ رہا ہوں، جیسی تم کلر تھیم بتاؤ گی ویسے ہی پردے بھی۔۔۔۔"وہ مگن سا کہتا

ہوا مومنہ کی جانب مڑا تو وہ صوفے سے سر ٹکائے سو چکی تھی۔اس نے کب چائے ختم کی؟ ٹیبل پر کپ کس وقت واپس رکھا؟ معظم کو پتہ ہی نہیں چلا۔ وہ بس مسکرا دیا

--------+----------+---------

"مجھے سچ سچ بتاؤ۔۔۔ کومہ سے واپس آنے کے بعد کیا مریض کی شخصیت یکسر تبدیل ہو جاتی ہے؟"

"نہیں میرے باپ۔۔۔ میں بتا تو رہا ہوں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ ایسا بس تب ہی ہوتا ہے جب مریض کی یاداشت مکمل طور پر یا اُسکا کچھ حصہ چلا جائے۔۔۔" یوسف نے اُسے کوئی ڈیڑھ ہزارویں دفعہ یقین دلایا تھا۔

"میں مان ہی نہیں سکتا۔۔۔ یا تو تم نقل کر کے ایم بی بی ایس میں پاس ہوئے ہو یا تم مجھے پاگل بنا رہے ہو" وہ کسی طور ماننے کو تیار نہ تھا

"خبردار جو میری تعلیمی قابلیت پر سوال اٹھایا تو۔۔۔" وہ برا ہی مان گیا۔" فیضی تُو سمجھا نہ اسے۔۔۔۔" اس نے فیضان کو گفتگو میں گھسیٹا

"اسکو آج تک اسکا باپ نہیں سمجھا سکا، میں تو پھر بھی ناچیز ہوں" اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا فیضی بیزاری سے بولا۔ وہ اس بحث سے تنگ آ چکا تھا۔ وہ تینوں اس وقت کانفرنس کال پر ایک دوسرے سے محو گفتگو تھے۔ مومنہ کو اس نے نیند سے جگا کر کمرے میں جانے کو کہہ دیا تھا۔ وہ بھی سوئی جاگی کیفیت میں چلتی اپنے بیڈ پر جا کر ڈھیر ہو گئی تھی۔ اب وہ اپنے جگری یاروں کے ساتھ اپنا مسئلہ شیئر کر رہا تھا

"پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ آخر مومنہ نے ایسا کیا کر دیا ہے؟"یوسف نے کئی مرتبہ کا پوچھا ہوا سوال دہرایا

"میں۔۔۔ نہیں بتا سکتا۔۔۔"اس نے بھی کئی مرتبہ کا جواب دہرا دیا

"بس تو پھر میں کیسے مسلہ حل کروں؟"وہ اب اس بے مقصد بحث سے تنگ آ گیا تھا

"یار! وہ عجیب سا برتاؤ کر رہی ہے۔پہلے جیسی نہیں رہی ہے بلکل بھی۔۔۔"

"مطلب؟"فیضی نے مزید بیزاری سے کہا

"مطلب اُس نے مجھ سے بہت عجیب طریقے سے بات کی ہے۔" یہ نہیں بتا سکا کہ اس نے مجھ سے برتن دھلوائے ہیں، چائے بنوائی ہے اور چائے بری ہونے پر دوبارہ بنوانے کی دھمکی بھی دی ہے۔

"مطلب وہ چڑچڑی ہو رہی ہے؟ شاید دواؤں کی وجہ سے"یوسف نے سنجیدگی سے پوچھا

"نہیں اس نے چڑچڑاپن تو نہیں کیا اب تک"

"تو پھر کل سے وہ چڑچڑاپن بھی کریگی ان شااللہ۔۔۔"یوسف نے سخت تپے ہوئے انداز میں کہ تھا۔

"دفعہ ہو جاؤ تم دونوں۔۔۔"وہ تنگ آ گیا اس لاحاصل گفتگو سے۔۔

"اچھا اچھا۔۔۔ تم دونوں جھگڑا نہ کرو۔۔۔ ہم اتوار کو تمہارے گھر آتے ہیں پھر تفصیل سے بات کریں گے۔۔۔" فیضان نے صلح جو انداز میں کہہ کر بات ختم کی تھی۔

----------+----------+----------

آج اس نے آفس سے چھٹی لی تھی۔ کل اور پرسوں ویک اینڈ تھا، تو ویسے ہی چھٹی تھی۔ اس طرح اُسے تین دن کی چھٹی مل گئی تھی۔ مومنہ کل ہی آئی تھی، ابھی اُسکی طبیعت مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔ اور وہ اس سے بات بھی کرنا چاہتا تھا۔ اپنے گزشتہ تمام رویّے پر معذرت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن۔۔۔۔

آج وہ دیر تک سوتا رہا تھا۔ مومنہ اس سے پہلے اٹھ گئی تھی۔ مگر اس نے اٹھنے کی زحمت نہ کی۔ اُسکی آنکھ مومنہ کی جھنجھلائی ہوئی آواز سے کھلی

"کیا ہوا؟" اس نے سوئی ہوئی آنکھوں سے اُسے دیکھا

"صحن سے گاڑی نکال کر باہر گلی میں کھڑی کر دیں" اس نے عجلت میں کہا

"کیوں؟" وہ حیران ہوا

"میں صحن کی صفائی کر رہی ہوں"

"کیا؟..." وہ چیخ پڑا

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے؟ ابھی ابھی بیماری سے اُٹھی ہو اور صفائی کرنے کھڑی ہو گئی؟"

"ہاں تو اور کیا کروں؟ اتنا گندا صحن ہو رہا تھا، اوپر سے سارے پودے بھی خراب ہو رہے تھے۔ آپ جلدی سے گاڑی باہر نکالیں مجھے مزید صفائی کرنی ہے"

''کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جتنی صفائی کرلی اتنی بہت ہے۔ میں جاگ رہا ہوتا تو یہ بھی نہ کرنے دیتا تمہیں۔ جاؤ، جا کر آرام کرو" وہ واپس سو گیا

"آپ گاڑی ہٹا رہے ہیں یا نہیں؟"

''نہیں۔۔۔۔"

''مسئلہ کیا ہے آپکو؟ کچھ نہیں ہوا ہے مجھے، کر لو نگی میں صفائی۔۔۔ آپ گاڑی نکالیں باہر "اس نے ضد کی

"مجھے نیند آ رہی ہے، مجھے تنگ نہ کرو۔ بلکہ تم بھی سو جاؤ جا کر "اس نے تکیے میں سے منہ نکال کر کہا

"گاڑی نکال دیں باہر، پھر سو جایئے گا بیشک۔۔۔" وہ بھی ماننے کو تیار نہ تھی

"میں نہیں نکال رہا۔ جاؤ جا کر خود نکال لو" معظم نے کہتے ہوئی تکیہ واپس چہرے پر رکھ لیا

"ٹھیک ہے۔۔۔" وہ پاؤں پٹختی ہوئی باہر چلی گئی۔ معظم کو پتہ تھا کہ وہ خود سے گاڑی نکلنے کی جرات کبھی نہیں کریگی، کیونکہ اُسے گاڑی چلانا تو دور، سٹارٹ کرنا بھی نہیں آتی تھی۔ اُسے کام سے باز رکھنے کا یہی طریقہ تھا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک زوردار آواز آئی۔ معظم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا

"یہ کیسی آواز تھی؟" وہ پریشان سا اٹھتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا اور جیسے ہی اُسے نے پردہ ہٹا کے باہر جھانکا اُسکے مانو چودہ طبق روشن ہو گئے۔

''میری گاڑی۔۔۔۔"اس نے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہااور اگلے ہی لمحے اُلٹے قدموں بھاگتا ہوا صحن میں آیا۔ جہاں مومنہ گاڑی کے باہر کھڑی اُسے ہی دیکھ رہی تھی

"یہ۔۔۔۔یہ کیا کیا؟" وہ سخت صدماتی کیفیت میں بولا۔گاڑی صحن میں بنی کیاری سے جا ٹکرائی تھی۔اور اب گاڑی اور کیاری دونوں ہی شدید زخمی ہو چکی تھیں

"میں نے کیا کیا؟"اس نے معصوم بنتے ہوئے پوچھا

''کیا کیا؟...یہ بھی میں بتاؤں کہ تم نے کیا کیا؟مطلب۔۔۔۔کیوں کیا تم نے ایسا؟"

''میں تو گاڑی باہر نکال رہی تھیں۔۔۔"

''جب چلانی نہیں آتی تو کیوں نکال رہی تھی؟"

''آپ نے ہی تو کہا تھا۔۔۔اور یہ سب آپ کی غلطی ہے۔بجائے مجھے سوری کہنے کے، آپ الٹا مجھ پر چلا رہے ہیں؟"وہ اچانک ہی تیز لہجے میں بولی تو معظم ہکا بکا رہ گیا

"میں کیوں سوری کہوں؟"

''کیوں کہ سارا قصور ہی آپکا ہے؟"

''میرا؟"اس نے بے یقینی سے پوچھا

"ہاں آپکا"

"گاڑی تم نے ماری، کیاری تم نے توڑی اور غلطی میری ہے؟" وہ بیچارہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اُسکا قصور کیا ہے آخر؟

"ہاں۔۔۔جب میں نے آپ سے کہا تھا کہ نیچے آکر گاڑی باہر نکال دیں تب آپکے لیے سونا زیادہ اہم تھا۔اگر آپ خود سے گاڑی باہر نکال دیتے تو مجھے یہ نہ کرنا پڑتا اور نہ ہی گاڑی اور کیاری کا نقصان ہوتا۔۔۔"

"پر میں تو۔۔۔۔"

"اب گاڑی بھی خود بنوائے اور کیاری بھی۔۔۔اچھا ہوا آپکے ساتھ۔۔۔ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔۔۔سارا موڈ خراب کر دیا۔۔۔" وہ پیر پٹختی ہوئی اندر چلی گئی

"یہ ہو کیا گیا ہے اسکو؟" وہ سر پکڑ کے رہ گیا

"کل سے چڑچڑاپن بھی کریگی ان شااللہ۔۔۔" یوسف کی آواز اُسکے کانوں میں گونجی

"لعنت ہے تمہاری کالی زبان پر۔۔۔" وہ اس پر غائبانہ لعنت بھیجتا ہوا میکینک کو کال ملانے لگا

میکینک کو کال کرنے کے بعد اس نے دوسری کال فیضان کو ملائی تھی۔یوسف منحوس سے بات کرنے کا اس وقت اُسکا موڈ نہیں تھا۔

"ہاہاہاہا۔۔۔۔ویلکم ٹو کلب برو۔۔۔۔" ساری بات سننے کے بات فیضی دل کھول کر ہنسا تھا

"اس بات کا مطلب؟" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ جا کر اُسے سوری کہہ دو، غلطی تمہاری ہی ہے" فیضان نے یقین دلانے والے انداز میں کہا۔

"ہیں؟ میری غلطی کیسے ہو گی آخر؟ میں نے بتایا تو ہے۔۔۔" وہ سخت جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہنے لگا تو فیضی نے اُسکی بات کاٹ دی

"ہاں ہاں، ایسا تمہیں لگتا ہے کہ غلطی تمہاری نہیں ہے۔ لیکن اگر بیگم نے کہہ دیا کہ غلطی آپکی ہے، تو بس پھر بنا چوں چراں کے مان لیں کے آپ ہی کی ہے"

"ہیں؟ پر کیوں؟" وہ حیران ہوا

"دیکھو کیوں کا سوال نہیں اٹھتا۔۔۔ سوری کہنا ہے تو کہنا ہے۔ ورنہ آگے جو ہو گا نہ وہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔۔۔"

"کیا ہو سکتا ہے آگے؟" اس نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔ مومنہ کے تیور تو وہ دیکھ ہی چکا تھا

"وہ میں تمہیں پھر کبھی سمجھاونگا، فلحال میری ایک بات غور سے سُن لو، بلکہ پلو سے باندھ لو۔۔"

"ہونہہ۔۔۔" معظم نے اپنا نادیدہ پلو تلاشا،

"جب مومنہ کہے کہ غلطی تمہاری ہے، تواُسے غلطی سے بھی یہ نہ کہنا کہ تمہاری غلطی نہیں ہے۔ سر جھکائے، اچھے شوہروں کی طرح کہنا کہ ہاں! میں ہی غلط ہو۔ ابھی دو دن تم نے گھر پر ہی رہنا ہی۔ باقی تم خود سمجھدار ہو" اس نے کہتے ہوئے فون کاٹ دیا۔ معظم ماتھا پیٹ کر رہ گیا تھا

+----------+--------

فیضان سے بات کر کے وہ اندر آیا تو مومنہ کچن میں کھڑی ناشتہ بنا رہی تھی۔

"ارے! تم ناشتہ کیوں بنا رہی ہو؟"

"تو کیا رات کا کھانا بناؤں؟" ٹرختا ہوا جواب آیا

"نہیں میرا مطلب تھا کہ تم کیوں بنا رہی ہو؟ میں بنا لیتا۔۔۔"

"نہ بھئی۔۔۔ رات کو آپکے ہاتھ کی بدذائقہ چائے پینے کے بعد ہی میں نے توبہ کر لی ہے کہ آپ سے کچھ بھی بنواؤں" اس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا تو وہ کھجل ہو گیا۔

"تو لاؤ میں کچھ مدد ہی کروا دوں تمہاری" اس نے دل ہی دل میں اپنی ڈھٹائی اور ہمت کو داد دی تھی۔

"مثلاً۔۔۔ کیا مدد کر سکتے ہیں آپ میری؟" وہ دونوں ہاتھ باندھے پوری کی پوری اُسکی جانب متوجہ ہوئی

"جج۔۔۔ جو تم کہو۔۔۔" اس نے زبردستی دانت نکالے

"گاڑی نکالنے کہا تھا، وہ تو آپ سے ہوا نہیں۔۔۔" وہ اتنی منہ پھٹ تو کبھی نہ تھی

"میں مانتا ہوں کہ گاڑی والے معاملے میں میری غلطی تھی۔ میں معذرت کرتا ہوں۔۔۔۔" فیضان کا پڑھایا ہوا سبق اسکو ازبر ہو چکا تھا

"ہونہہ۔۔۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا اور پیاز ٹماٹر کی پلیٹ اُسکی جانب بڑھا دی۔۔۔

"اُسے باریک باریک کاٹ دیں، آملیٹ میں ڈالنے ہیں" اس نے سنجیدگی سے کہا تو معظم نے آنکھیں پھاڑ کر پلیٹ کو دیکھا۔ اس نے آج سے پہلے یہ کام کبھی نہ کیا تھا

"واقعی۔۔۔ میں کاٹوں؟" اس نے تصدیق چاہی

"ہاں۔۔۔ ذرا جلدی کیجیے گا"

"پر۔۔۔ میں نے تو مرواتا کہا تھا۔۔" وہ منمنایا، پر مومنہ سنی ان سنی کرتی ہوئی چولہے کی جانب مڑ گئی۔

"یہ نہیں کہ کہہ دیتی، نہیں، نہیں رہنے دیں، میں کر دونگی۔۔۔ الٹا مجھ سے ہی کام کروا رہی ہے۔۔۔ ہونہہ۔۔۔ لحاظ، مروت سب بھول گئی ہے۔۔۔" وہ پیاز چھیلتے ہوئے ساتھ ساتھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔ دوسری جانب پراٹھے بیلتی مومنہ اُسکی واضع بڑبڑاہٹ پر مسکرا کر رہ گئی۔

----------+----------+----------

"آپ نے اپنی الماری کا حال دیکھا ہے۔" ناشتے کے دوران مومنہ نے اس سے پوچھا

"کیاہوا؟"اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا

"کیاہواہاں؟"اس نے بھنویں اُچکایں

"ایسا لگتا ہے کہ جیسے آپکو سلیقے کے ساتھ رکھی ہوئے چیزیں پسند نہیں آتیں۔ مطلب حالات دیکھیں ہیں اپنی الماری کے، دروازہ کھولو تو کپڑے قدموں میں آ گرتے ہیں۔ حد ہوتی ہے۔۔۔"وہ سخت ناگواری سے کہہ رہی تھی

"میں جان کر نہیں کرتا، بس ایک الماری ہی ایسی چیز ہے جو مجھ سے ہر دو دن بعد خراب ہو جاتی ہے۔اب میں کیا کروں؟"اس نے لاچاری سے کہاتو مومنہ نے تاسف سے اُسے دیکھا۔

"آئندہ جو بھی کپڑے چاہیے ہوں مجھ سے کہہ دیجئے گا، میں نکال دیا کرونگی، دوبارہ الماری کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے"

"ایک بات بتاؤ مونا۔۔۔"اس نے پر سوچ انداز میں اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔آج زندگی میں پہلی بار مومنہ نے اُسکی زبان سے اپنانیک نیم سنا تھا۔اُسے اچھالگا

"جی؟"

"تمہیں شروع سے ہی او سی ڈی تھا یا یہ سر پر چوٹ لگنے کے بعد ہوا ہے؟"پوچھااس نے سنجیدگی سے تھا، لیکن آنکھوں میں شرارت صاف نظر آرہی تھی۔

"صفائی نفس ایمان ہے،اسے OCD نہیں کہتے۔۔۔"اس نے برا سا منہ بنا کر کہا

"اچھا ایک اور بات بتاؤ۔۔۔"اس نے آملیٹ کا پیس منہ میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔ مومنہ کو تنگ کرنے میں اب اُسے مزا آنے لگا تھا

"تم میرے میسجز کو دیکھ کر نظرانداز کیوں کر دیتی تھی؟"

"کون سے میسجز؟"مومنہ نے ناسمجھی سے اُسے دیکھا

"ارے وہی، جو میں تمہیں روز بھیجا کرتا تھا، جب تم اپنے میکے میں تھی۔"

"اچھا وہ گڈ مارننگ، اور اللہ حافظ والے میسجز؟"اس نے جیسے یاد کرتے ہوئے پوچھا

"ہاں وہی، ایک کا بھی جواب نہیں دیا تم نے"اس نے شکایتی انداز میں کہا

"ہاں تو کیسے دیتی، میرا موبائل تو بھائی کے پاس تھا۔اُنہیں ہی ریسیو ہوئے تھے سارے میسجز"اس نے معصومیت سے کہا۔ جبکہ دوسری جانب معظم کے گلے میں پھندا لگا تھا۔ وہ زور زور سے کھانسنے لگا

"پانی۔۔۔۔"مومنہ نے پانی کا گلاس اُسکی جانب بڑھایا۔ جیسے وہ گھٹا گھٹ پی گیا تھا۔

"کیا ہوا تھا اچانک سے۔۔۔؟"اس نے انجان بننے کی انتہا کر دی تھی

"انکشاف۔۔۔۔"معظم نے صدمے کی سی حالت میں کہا

"مطلب؟"اس نے آنکھیں پٹپٹائی

"مطلب کو چھوڑو۔۔۔ یہ بتاؤ تمہارا موبائل تمہارے بھائی کے پاس کیا کر رہا تھا؟"اُس دانت کچکچاتے ہوئے پوچھا

"میں نے دیا تھا اُنہیں، ڈاکٹر نے کہا تھا کہ موبائل سے دُور رہو، تو میں نے وہ بھائی کو دے دیا کہ میرے پاس رہے گا تو میں کسی نہ کسی بہانے اُسے استعمال کرتی رہو نگی۔اس لیے بھائی کو دے دیا تھا کچھ دن۔۔۔"اس نے ایسے بتایا جیسے یہ کوئی بڑی بات ہی نہ ہو

"تو اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ تمہارا بھائی سارے میسیج سین کرتا، ارے میں کہتا ہوں کہ کوئی اخلاق، شرم حیا نام کی چیز ہے کہ نہیں؟"اس نے سخت تپے ہوئے لہجے میں کہا۔۔۔

"اب تو ہو گیا نہ۔۔۔اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ چلیں اب آپ ناشتہ ختم کریں"اس نے تسلی دینے والے انداز میں کہا تو معظم نے برا سا منہ بناتے ہوئے کانٹا واپس اٹھا لیا۔ یہ میسیج والی بات ہضم کرنے میں اُسے وقت درکار تھا۔ وہ بیچارہ سمجھتا رہا کہ مومنہ اُسکے میسیج دیکھتی ہے، لیکن یہاں تو ساری داستان سالے صاحب کے پاس پہنچ رہی تھی۔

اُسے رہ رہ کر چھوٹے چھوٹے ہارٹ اٹیک آ رہے تھے ورنہ وہ ضرور دیکھ لیتا کہ مومنہ ہنسی روکنے کی کوشش میں ہلکان ہو چکی تھی۔

----------+----------+----------

آج کا دن اس نے مومنہ کے ساتھ گزارنے کا سوچ رکھا تھا۔ ناشتے کے بعد مومنہ نے ملازمہ سے گھر کی صفائی وغیرہ کروائی، کھانا اسکو بنانا نہیں تھا کہ اُسکی امی نے تین چار دنوں کا کھانا ساتھ بھیج دیا تھا۔ دوپہر کو جب وہ تمام کاموں سے فارغ ہوئی تو معظم نے ٹی وی پر کوئی شو لگا لیا تھا۔ مومنہ بھی وہیں آ گئی۔

"یہ شو اچھا ہے نہ ویسے؟" معظم نے ٹی وی کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہونہہ۔۔۔" وہ چائے کا کپ منہ سے لگاتے ہوئے بولی

"پتہ ہے یہ ہوسٹ مجھے بہت پسند ہے۔ بہت ہی گریس فل سی عورت ہے" اس نے زور و شور سے تعریف کرتے ہوئے، کن انکھیوں سے مومنہ کو دیکھا۔

"ہو گی۔۔۔" اس نے لٹھ مار انداز میں کہا

"تم دیکھو تو ذرا، کتنی ٹیلنٹڈ اور۔۔۔"

"اٹھیں یہاں سے۔۔۔" مومنہ اُسکی بات کاٹتے ہوئے اچانک ہی بولی

"کیا ہوا؟" اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا

"میں کہہ رہیں ہوں اٹھیں جلدی۔۔۔" وہ کہتے ہوئے کھڑی ہوئی، تو معظم کو بھی کھڑا ہونا پڑا

"پر کچھ بتاؤ بھی۔۔۔"

"یہ کیا ہے؟"اس نے ایک جانب رکھے کتابوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا

"ناٹ اگین۔۔۔"وہ بیزاری سے بولتے ہوئے دوبارہ بیٹھنے لگا

"خبردار۔۔۔کتابیں جگہ پر رکھیں بنا آپ نہیں بیٹھیں گے۔۔۔"اس نے وارن کرنے والے انداز میں کہا۔ معظم کو اپنے نئے پروجیکٹ پر کام کے لیے کچھ پرانی کتابوں کی ضرورت پیش آگئی تھی، جنہیں ڈھونڈھنے کے لیے اس نے مزید پچاس کتابوں کا انبار لگا دیا تھا اور استعمال کرنے کے بعد ٹیبل پر ہی چھوڑ دیا تھا۔

"یار! کچھ دیر تو آرام کرنے دو۔ابھی میکینک کو فارغ کیا ہے، تھوڑی دیر میں مستری بھی آجائے گا پھر کیاری بنوانے کے لیے اُسکے ساتھ بھی لگنا ہے۔"وہ منمنایا

"پہلے چیزیں جگہ پر رکھ دیا کریں نا، تو ایسا نہ ہو۔ چلیں اٹھیں۔۔۔اور جگہ پر رکھیں اسے۔۔۔"اس نے باقاعدہ کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو ناچار اُسے اٹھنا ہی پڑا۔ پھر اس نے تمام کتابیں ایک ساتھ اٹھائیں اور اُنہیں ریک میں ٹھونس دیا

"ارے ارے۔۔۔یہ کیا کیا؟"کتابوں کی اس توہین پر وہ چیخ اُٹھی۔۔۔

"رکھ تو دی۔۔۔"

"اس طرح رکھتے ہیں؟"

"اور کس طرح رکھتے ہیں؟"

"جس طرح باقی کتابیں رکھی ہیں۔۔۔سیٹ کر کے۔۔۔"

"اف۔۔۔ایسے رکھیں یا ویسے۔۔۔کیا فرق پڑتا ہے مونا؟" وہ بیزار ہوا

"فرق پڑتا ہے، یہ ساری کتابیں جس طرح رکھی ہیں نا آپ نے، تھوڑی ہی دیر میں زمین پر گری ہو نگی۔۔۔"

"نہیں ہو نگی۔۔۔" وہ آرام سے بولا

"میں کہہ رہی ہوں نہ۔۔۔یہ گر جائیں گی"

"نہیں گریں گی۔۔" وہ کہتے ہوئے وہاں سے ہٹا اور جیسے ہی وہ پیچھے مڑا ایک جھٹکے سے ساری کتابیں زمین بوس ہو گئی۔۔۔

اس نے پہلے کتابوں کو دیکھا اور پھر سر کھجاتے ہوئے، خود کو غصّے سے گھورتی مومنہ کو

"میں سیٹ کر دیتا ہوں۔۔۔" اس نے دانت نکالتے ہوئے کہا

"آپ بہت نکمّے ہیں۔۔۔" اس نے بس اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا اور جھک کر اُسکے ساتھ کتابیں سمیٹنے لگی

--------+---------------+--------

ہفتہ کا دن مومنہ سے کھٹ پٹ میں کیسے گزرا اُسے پتہ ہی نہ چلا۔ شام کو مستری سے کیاری بنواتے ہوئے اُسکی اور مومنہ کی کافی طویل بحث ہوئی تھی، بالآخر ہوا وہی جیسا مومنہ نے کہا تھا۔

آج اتوار کا دن تھا، ایک تو آج فیضی لوگوں نے آنا تھا اوپر سے مومنہ کا موڈ بھی کافی خوش گوار تھا جسکی وجہ اُسے کچھ دیر بعد معلوم ہوئی، جب وہ خوشی خوشی اُسکے پاس آئی۔

"سنے۔۔۔"

"جی سنائے۔۔۔" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا

"آج کھانے میں کیا بناؤں؟"

"جو دل کرے بنالو"

"ارے نہیں۔۔۔ آج میں آپکی پسند کا بناؤ گی۔ تو جو آپکو پسند ہے وہ بتایئے۔"

"کیوں آج کوئی خاص بات ہے؟" آج سے پہلے مومنہ نے اس سے پوچھ کر کھانا نہیں بنایا تھا، اس لیے وہ تھوڑا حیران بھی تھا۔

"آپ کو نہیں یاد؟" وہ جیسے حیران ہوئی تھی

"کیا؟"

"ارے آج آپکا برتھڈے ہے۔۔۔" اس نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا

"اوہ۔۔۔ مجھے تو یاد ہی نہ تھا" وہ حیران تھا کہ مومنہ کو اُسکی سالگرہ یاد تھی۔

"چلیں اب تو یاد آ گیا نہ۔۔۔اب بتائیں، کیا بناؤں کھانے میں ؟"

"جو تمہیں اچھا لگے بنالو۔۔۔۔"

"بھئی۔۔۔آپ اپنی پسند کا بتائے نا۔۔۔"وہ ضد پر تھی۔

"چھوڑو یار پکانے وغیرہ کو۔۔۔۔ ہم باہر سے آرڈر کر لیں گے۔"اس نے فراغ دلی سے مشورہ دیا جو کہ اُسے شدید مہنگا پڑنے والا تھا۔ مومنہ نے ایک نظر سنجیدگی سے اُسے دیکھا اور پھر "ٹھیک ہے" کہتے ہوئے جانے لگی

"رکو ایک منٹ۔۔۔"وہ اُسکے پیچھے آیا

"کیا ہوا؟" اس نے مومنہ کو سنجیدہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔اُسے نہیں معلوم تھا کہ کیا غلط ہوا ہے

"کچھ نہیں ہوا۔آپ جائیں اور باہر سے کھانا آرڈر کریں۔۔۔"وہ کہتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئی اور ٹی وی آن کر لیا

"وہ تو میں کر لونگا۔پر ابھی کیا ہوا ہے ؟"

"ہاں ہاں۔۔۔ کریں بلکہ اب سے ساری زندگی باہر کا کھانا ہی کھایئے گا۔۔۔"وہ غصّے سے کہتی ہوئی ٹی وی کی جانب دیکھنے لگی

"ارے وہ تو میں نے اس لیے کہا کہ تمہاری طبیعت صحیح نہیں ہے، بلاوجہ اتنی محنت کرو گی۔ باہر سے منگوا لیتے ہیں"وہ وضاحت دیتے ہوئے اُسکے برابر بیٹھا۔ مگر بیگم صاحبہ کچھ سننے کے موڈ میں نہ تھیں

"آپکو مسئلہ کیا ہے؟ نہیں ہوں میں بیمار۔۔۔ ہاں، اس طرح فارغ بیٹھ کر ضرور ہو جاؤں گی۔" معظم نے اُسے ایسے دیکھا جیسے کہہ کہ رہا ہو کہ "اچھا واقع؟ تم فارغ بھی بیٹھتی ہو؟"

"کچھ دن تو آرام کر لو" اس نے لجاحت سے کہا

"یہ کہیں کہ آپکو میرے ہاتھ کا کھانا پسند ہی نہیں۔ اس لیے آپ نے باہر کے کھانے کا ذکر کیا"

"میں نے ایسا کب کہا؟" اُسکا دماغ بھک سے اُڑا

"کہنے کا مقصد یہی تھا"

"پر میں نے تو تمہارے لیے ہی کہا تھا"

"جھوٹ نہ کہیں۔۔۔ سچ یہ ہے کہ آپکو نہیں پسند، میرے ہاتھ کا بنا کھانا۔ ورنہ میں اتنے پیار سے آپکے لیے کھانا بنانے جا رہی تھی۔ بجائے خوش ہونے کے، آپ نے منہ پھاڑ کر کہہ دیا کہ نہ بناؤ میں باہر سے منگوالونگا" وہ آنکھ میں موٹی موٹے آنسو بھر کر بولی تو وہ سر پیٹ کر رہ گیا

"اتنی گرمی ہے مونا۔۔۔ کیسے کرو گی تم کچن میں کام؟" وہ سمجھانے والے انداز میں بولا

"اس سے پہلے بھی گرمیاں آتی رہی ہیں۔ میں پہلے بھی کرتی تھی اور اب بھی کر لوں گی۔ آپکو میرا ہاتھ کا کھانا نہیں کھانا ہے، بس یہی اصل بات ہے" اُسکی سوئی ایک ہی جگہ اٹکی ہوئی تھی۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا یار۔۔۔ اوکے آئی ایم سوری۔۔۔"

"نہیں سنی آپکی سوری۔۔۔جائیں اب باہر ہی کھانا کھائیں۔۔۔"وہ سوں سوں کرتے ہوئے بولی۔۔۔

"اچھا دیکھو۔۔۔"اور پھر معظم کو ایک گھنٹہ لگا اُسے منانے میں، یہاں تک کہ وہ اسی بات پر راضی ہوئی کہ وہ معظم کے پسند کا کھانا ہی بنائے گی۔

"اب بتائیں تو سہی کہ کیا بناؤ؟ پہلے ہی آپ نے میرا اتنا وقت برباد کر دیا ہے" موڈ ٹھیک ہونے کے بعد اس نے پوچھا۔تو معظم سوچ میں پڑ گیا۔

"یاد ہے؟ میری پچھلی سالگرہ پر تم نے میرے لیے مٹن کڑھائی بنائی تھی"معظم کو اچانک ہی یاد آیا

"ہاں !اور آپ نے کھانا بھی گوارہ نہیں کی تھی"اس بیچاری کے اپنے ہی دکھ تھے

"اگلے دن کھائی تھی ناشتے پر۔۔۔بلکہ تمہیں بھی گرم کر کے دی تھی"اس نے یاد کروایا

"تو پھر اب کیا کرنا ہے؟"

"تو تم وہی بنا دو نہ۔۔۔"معظم نے فرمائش کی تو وہ خوش ہو گئی۔ عجیب ہی دھوپ چھاؤں سا مزاج ہو گیا تھا اُسکا آج کل۔

"میں ابھی بناتی ہوں۔" وہ کہتے ہوئے کچن کی طرف بھاگی تھی۔ معظم مسکرا کر رہ گیا۔ آدھے گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے جب وہ سخت تپی ہوئی واپس آئی

"کیا ہوا؟"معظم نے اُسکا انگار چہرہ دیکھ کر حیرت سے پوچھا

"کیا ہوا؟ ہاں ؟۔۔۔ گرمی دیکھی ہی آپ نے ؟ کچن میں جا کر کھڑے تو ہوں ایک مرتبہ۔۔۔اس شدید گرمی میں آپ نے مجھے مٹن کڑھائی بنانے کچن میں کھڑا کروادیا ہے" معظم ہکا بکا رہ گیا۔اب اس میں اس کا کیا قصور تھا آخر؟

"تم نے ہی تو کہا تھا۔۔۔" وہ حیرت سے بولا

"میں نے کہا تھا کہ آپ مجھ سے مٹن کڑھائی بنوائے؟" وہ اس سے بھی زیادہ حیرت سے بولی

"تو اتنی دیر تم نے مجھ سے یہاں کس بات پر بحث کی تھی؟" وہ بیچارہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ہر بار غلطی اس کی کیسے ہو جاتی تھی؟

"میں نے کہا تھا کہ اپنی پسند کا کھانا بتائیں۔۔۔یہ تو نہیں کہا تھا کہ مٹن کڑھائی بنانے کو کہے؟"...

"اب جو پسند ہو گا وہی بتاؤں گا نہ۔۔۔اور میں نے کہا بھی تھا کہ اتنی گرمی ہے باہر سے آرڈر کر لیتے ہیں"

"پھر وہی بات۔۔۔اگر گرمی کا اتنا ہی احساس تھا تو میرا دل رکھنے کے لیے کوئی آسان سا کھانا بتا دیتے۔۔۔ پاستا کہہ دیتے۔۔۔ لیکن نہیں، یا تو باہر سے لے آؤنگا یا مٹن کڑھائی ہی بناؤ۔۔۔ میانہ روی تو اختیار ہی نہیں کرنی۔۔۔" وہ درس دینے والے انداز میں بولی تو معظم نے سر ہاتھوں میں گرلیا، مومنہ پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی

"یااللہ۔۔۔ کیا ہو گیا ہے اس عورت کو؟" وہ بیچارہ بس سر ہی پیٹ سکتا تھا۔ سو وہ ہی کر کے رہ گیا۔۔۔ کچھ دیر میں کچن سے آتی آوازوں نے اس بات کا ثبوت دے دیا تھا کہ محترمہ دوبارہ کھانا بنانے جا چکی ہیں۔ لہٰذا اس نے دوبارہ اُسے چھیڑنا مناسب نہ سمجھا تھا۔

--------+----------+----------

"ہاہاہاہا۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔" فیضی کا قہقہہ کسی طور رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ یوسف بھی اپنی ہنسی چھپانے کے چکروں میں ناکام ہو رہا تھا، جبکہ معظم سنجیدگی سے اُن دونوں کو ہی گھور رہا تھا۔ دونوں کے بچے پاس ہی کھیلنے میں مصروف تھے اور تینوں کی بیگمات ڈنر ٹیبل پر لگانے گئی ہوئی تھیں۔ ایسے میں معظم نے پچھلے چار دنوں کی ساری روداد انکے گوش گزار کر دی تھی۔

"ہو گیا تم دونوں کا؟" اس نے دانت کچکچاتے ہوئے پوچھا

"تو بھائی۔۔۔ تُو ہم سے کیا چاہتا ہے آخر؟" فیضی نے ہنستے ہوئے پوچھا

"آخر تم مجھے بتا کیوں نہیں دیتے کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟" اس نے یوسف سے پوچھا کہ شاید کوئی وجہ ہاتھ لگ جائے

"بیویاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ تم خواہ مخواہ اتنے پریشان ہو رہے ہو، سمجھا نہ اسے یوسف۔۔۔" فیضان نے پہلے معظم کو اور پھر یوسف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

"یہ نہیں سمجھے گا، کیونکہ اسکا پالا پہلی بار بیوی نامی مخلوق سے پڑا ہے"اس نے بھی ہنستے ہوئے کہا

"یار! تم لوگوں کو مذاق سوجھ رہی ہے۔پہلے تو وہ ایسی نہیں تھی" وہ اب بھی پریشان تھا۔اُسے یقین تھا کہ مومنہ کے اس رویّے کے پیچھے کہیں نہ کہیں اُسکی بیماری کا ہاتھ ہے

"دیکھو۔۔۔پہلے تم نے کبھی اُسے گھر میں پڑے سامان سے زیادہ اہمیت دی؟"یوسف نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ خاموش ہوا۔

"میرا مقصد تمہیں شرمندہ کرنا نہیں ہے لیکن منطق کی بات ہے، پہلے وہ تمہیں اپنا سمجھتی نہیں تھی۔اس لیے نہ لڑتی جھگڑتی تھی نہ نخرے کرتی تھی۔ تم نے اُسے احساس ہی نہیں دلایا تھا کہ وہ بھی اہم ہے تمہارے لیے۔۔۔" اس نے سمجھایا

"تو اب؟"معظم نے مزید تسلی چاہی۔۔۔

"تو اب یہ کہ وہ تمہیں اپنا سمجھتی ہی۔اس لیے اُسکا غصّہ، نخرہ، پیار، محبت، لڑائی، جھگڑا سب تمہارے لیے ہی ہے۔"اس نے کہا تو اُسکے دل سے مانو کوئی بوجھ سرکا تھا

"واقعی میں؟"اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا

"ہاں میری جان۔۔۔"یوسف نے بھی مسکراتے ہوئے اُسے تسلی دی تھی

"لیکن ایک بات تو سوچو۔۔۔"فیضان نے اچانک ہی کہا تو دونوں اُسکی طرف متوجہ ہوئے

"ہمارے بھائی نے برتن دھوئے، گھر کی صفائی کی، چائے بنائی، آملیٹ بنایا۔۔۔ بس کپڑے دھونے باقی ہیں۔۔۔" وہ شرارت سے بولا تو معظم نے کھینچ کر اُسے کُشن مارا تھا جسے اس نے ہنستے ہوئے کیچ کر لیا تھا۔ اور اب یوسف اور فیضی دونوں ہی ہنستے جا رہے تھے۔ وہ بیچارہ بس دانت پیس کے رہ گیا۔

کھانا بہت ہی خوش گوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔ آج کتنے عرصے بعد معظم دل سے خوش لگ رہا تھا۔ بات بات پر ہنستا تھا، فیضان نے الگ محفل کو کشت زعفران بنا دیا تھا۔ یوسف نے چپکے چپکے اُسکے ہمیشہ ایسے ہی خوش رہنے کئی کی ڈھیروں دعائیں کر ڈالی تھیں، ورنہ ماہرہ والے واقعے کے بعد اس نے خوش رہنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ مومنہ تو الگ پیاری لگ رہی تھی، مسکان اُسکے چہرے سے جدا نہ ہوتی تھی۔ کھانے کے بعد مومنہ کیک لے آئی جو اس نے آرڈر کروایا تھا۔ معظم جو کبھی کیک نہ کاٹتا تھا آج اس نے مومنہ کہ کہنے پر کیک کاٹا تھا۔ کیک کاٹ کر اس نے ایک چھوٹا سا پیس مومنہ کو کھلایا تھا۔ اور یہ منظر فیضی نے اپنے کیمرے کی آنکھ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا تھا

----------+----------+----------

دن گزرتے گئے، مومنہ کی صحت دن بہ دن بہتر ہوتی چلی گئی، معظم بھی بہت بدل گیا تھا۔ اب وہ گھر آتے ہی سب سے پہلے مومنہ سے حال احوال پوچھتا تھا۔ شدید ضرورت کے علاوہ کبھی بھی گھر آنے کے بعد، آفس کا کام نہیں کرتا تھا۔ اُسکے ساتھ مل کر کھانا لگاتا، ٹیبل سیٹ کرتا کبھی کبھار اُسکے لیے چائے بھی بنا دیا کرتا۔ جس دن اُسکی چھٹی ہوتی، اس دن وہ دونوں ساتھ میں کوئی مووی دیکھتے، کبھی وہ اور مومنہ ایسے ہی ڈرائیو پر چلے جاتے تو کبھی وہ اُسے شاپنگ پر لئے جاتا جہاں سے واپس آنے کے بعد مومنہ کو یاد آتا کہ اُسے کوئی بہت زوری چیز لینی تھی لیکن

معظم کے "جلدی، جلدی" کے شور مچانے کی وجہ سے وہ رہ گئی اور پھر نئے سرے سے لڑائی کا آغاز ہو جاتا۔ حتٰی کہ غلطی آخر میں معظم کو ہی تسلیم کرنا پڑتی۔۔۔چاہے غلطی اُسکی ہو یا نہ ہو۔۔۔۔

حج کا دن بھی آگیا، اور بقرہ عید بھی۔۔۔ مومنہ نے اس دن معظم کا گفٹ کیا ہوا سوٹ پہنا تھا۔ پورا دن بیچارے معظم نے اُسکے ساتھ مل کے گوشت دھوئے، گوشت کے حصے الگ الگ کیے، پھر گھر میں رکھے جانے والے حصے کو مزید تقسیم کر کے، الگ الگ تھیلیوں میں رکھا، کلیجی بنانے میں اُسکی مدد کی اور آخر میں دونوں نے مل کے پورا کچن دھویا تھا۔ ان تمام کاموں کے درمیان وہ مومنہ کے سوٹ کی تعریف کرنا نہیں بھولا تھا۔ صرف سوٹ کی، مومنہ کی نہیں۔۔۔۔۔ اور ایک نئی جنگ کا آغاز ہوا تھا جو کہ بالآخر اس وعدے پر ختم ہوئی تھی کہ اگلے دن دونوں حیدر آباد مومنہ کے میکے جائیں گے۔ اور عید کے چوتھے دن انکی واپسی ہو گی کیونکہ اُسی روز، رات کو معظم کے ابّا اور نرمین آپی نے حج سے واپس بھی آنا تھا۔ مومنہ بہت خوش تھی کیونکہ دو سالوں میں پہلی بار معظم اُسکے ساتھ اُسکے ماں باپ کے گھر رکا تھا۔ وہاں اُسکی اتنی آؤ بھگت کی گئی تھی کہ معظم شرمندہ ہو جاتا اور اُسکی اتنی اہمیت پر مومنہ پیچ و تاب کھا کے رہ جاتی کیونکہ مجال ہے جو اُسکے گھر والوں کو یاد ہو کہ بیٹی بھی ساتھ آئی ہے۔ نہ جی۔۔۔۔ انکو تو بس اکلوتے داماد کی فکر تھی۔

عید کے چوتھے دن اُن دونوں کی واپسی ہوئی تھی، سسرال والوں نے بہت سارے تحفے تحائف دے کر اُنہیں رخصت کیا تھا۔ واپسی پر معظم نے سوچ لیا تھا کہ نہ صرف مومنہ سے بلکہ اُسکے گھر والوں سے بھی گزشتہ رویّے کی تلافی اس پر فرض ہے۔ وہ دن خاصا مصروف گزرا تھا ایک تو آفس سے چھٹی لینے کی وجہ سے اُسے گھر سے کام

کرنا پڑ رہا تھا، اوپر سے مومنہ کسی نہ کسی کام سے ہر تھوڑی دیر بعد اُسے آوازیں دیتی ہوئی وہیں پہنچ جاتی، جس پر وہ سخت جھنجھلا جاتا مگر سامنے والے کو پرواکب تھی؟ رات کو ابّا اور نرمین آپی کی واپسی بھی ہو گئی۔ ایک خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا تھا۔ نرمین آپی تو مومنہ کو صحیح سلامت دیکھ کر اپنے آنسو ہی قابو نہ کر پا رہی تھیں اور ابّا، بیٹے اور بہو کو ساتھ دیکھ کے خوش تھے۔ کھانے کے بعد نرمین آپی لاکھ اصرار کے باوجود اپنے گھر چلیں گئی کہ اُنہیں بھی اپنے بچے شدت سے یاد آ رہے تھے۔ ابا سونے چلے گئے تو وہ دو کپ چائے بنا کر مومنہ کے پاس چلا آیا۔

"یہ لو۔۔۔" اس نے کپ اُسکی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آخر کار۔۔۔ آپ اچھی چائے بنانا سیکھ ہی گئے" اس نے ایک گھونٹ بھرنے کے بعد اپنے انداز میں تعریف کی تھی، جسے معظم نے منہ بناتے ہوئے قبول کیا تھا۔

"تم سے کچھ کہنا تھا۔۔" اس نے اچانک ہی کہا

"کہ میں آج اچھی لگ رہی تھیں؟" مومنہ اُسے تنگ کرنے کے موڈ میں تھی۔

"اچھی تو تم ہمیشہ ہی لگتی ہو۔ مگر آج مجھے تم سے معافی مانگنی تھی" اس نے مسکراتے ہوئے کہا

"میری تعریف نہیں کی صبح سے، اس لیے؟" اس نے شرارت سے پوچھا

"اوں ہوں۔۔۔" معظم نے اُسے گھورا

"اچھا اچھا۔۔۔ اب نہیں بولتی۔۔۔" اس نے جلدی سے اچھے بچوں کی طرح کہا

"مجھے اپنے گزشتہ تمام رویّے پر تم سے معافی مانگنی ہے۔۔۔میں نہیں چاہتا کہ تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہو"

"کیا میں نے کبھی کوئی شکایت کی؟"

"نہیں۔۔۔لیکن مجھے معلوم ہے۔۔۔۔جانتی ہو، تم سے پہلے میری زندگی میں ایک ماہرہ تھی"

"میں اس بارے میں نہیں سننا چاہتی۔۔۔"اس نے معظم کی بات کاٹی"جو گزر گیا وہ گزر گیا۔اب لکیر پیٹنے کا کیا فائدہ۔۔۔ہمیں آگے کا سوچنا چاہیے۔۔۔۔"اس نے سمجھداری سے کہا

"تم واقعی مجھ سے ناراض نہیں ہو؟"وہ حیران ہوا تو،اس نے نفی میں سر ہلایا

"لیکن میں نے تمہیں کتنا زیادہ تنگ کیا ہے"

"تو میں نے بدلہ لے تو۔۔۔۔"روانی میں کہتی مومنہ نے زبان دانتوں تلے دبائی۔۔۔

"کیا کیا کیا۔۔۔۔؟"معظم جھٹکے سے سیدھا ہوا

"کچھ نہیں۔۔۔۔"وہ مسکراہٹ چھپاتی ہوئی بولی

"کونسے بدلے کی بات کر رہی ہو؟"معظم اُسے گھورتے ہوئے بولا

"اب آپ نے ایک سال تک مجھے اتنی تکلیف پہنچائی۔۔۔تھوڑا حق میرا بھی تھا نا"اس نے معصومیت سے کہا

"تو وہ سارے کام تم نے مجھ سے جان بوجھ کے کروائے تھے اور بہانے بہانے سے مجھ سے معافیاں بھی منگوائی تھی؟" اس نے پوچھا تو مومنہ نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا

"شرم نہیں آئی تمہیں؟" اس نے مصنوئی ناراضگی سے پوچھا

"نہ۔۔۔۔" اس نے نفی میں سر ہلایا تو وہ ہنس پڑا

"اچھا چلو ساری باتیں آج ہی ختم کرتے ہیں۔ آئندہ ہم ایک دوسرے سے نہیں لڑیں گے" معظم نے کہا

"آپ مجھ سے نہیں لڑیں گے، میں لڑ سکتی ہوں" مومنہ نے تصیح کی جسے اُس نے نظرانداز کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی

"تمہیں مجھ سے جو شکایت ہو گی کہہ دیا کرو گی، دل میں نہیں رکھو گی۔"

"اور شکایت نہ کروں تو بدلے میں آپ سے گھر کے کام کرواونگی۔۔۔" پھر سے نظرانداز۔۔۔۔

"اور میں آئندہ اپنی ساری پریشانیاں تم سے شیئر کرونگا۔ کچھ نہیں چھپاؤں گا تم سے۔۔۔"

"میرا موڈ ہوا تو سن لیا کرونگی"

"تم انسان کب بنو گی؟" بلا آخر اُس نے تنگ آکر کہا

"بن جاؤنگی، لیکن ایک شرط پر۔۔۔۔"

"حکم کیجی ئے۔۔۔" معظم نے منہ بناتے ہوئے پوچھا

"آج کے بعد آپ روز آفس سے واپسی پر میرے لیے آئس کریم لیتے ہوئے آیا کرینگے وہ بھی پستہ فلیور میں۔۔۔"

"ڈن۔۔۔اب دوستی کرلیں؟" اس نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا جسے مومنہ نے تھام لیا۔اور دونوں اچھے بچوں نے ایک دوسرے سے دوستی کرلی۔۔۔

بہت سال گزر گئے ہیں لیکن مومنہ اور معظم کے حالات ایک ہی جیسے ہیں۔ دونوں میں آج بھی کھٹ پٹ چلتی رہتی ہے۔اتنے سالوں میں معظم کو یہ یقین ہوگیا ہے کہ اُسکی بیوی کو حقیقتاً او سی ڈی ہے، جبھی وہ ہر مہینے گھر کا کوئی نہ کوئی حصہ صاف کرنے جت جاتی ہے۔ معظم کو اُسکے صفائی پسند ہونے سے قطعاً مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ اُسے اس بات سے ہے کہ صفائی میں اُسے بھی اپنا حصہ ڈالنا پڑتا ہے، پھر اُسکی جھنجھلاہٹوں اور مومنہ کی ناراضگیوں میں کام کا پتہ ہی نہ چلتا۔اتنے سالوں میں مومنہ کو بھی احساس ہوگیا تھا کہ اُسکے شوہر کی ایک ہی بری عادت ہے جو وہ نہیں بدل سکتی۔ وہ یہ کہ وہ اپنی الماری کبھی بھی ٹھیک سے نہیں رکھ سکتا۔اب مومنہ نے بھی اُسکی اس عادت سے سمجھوتہ کرلیا ہے، کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ زندگی کچھ دو اور کچھ لو کے اصول پر چلتی ہے۔

معظم نے سب سے بڑا سبق یہ سیکھا تھا کہ جو اللہ نے آپ سے لے لیا، اُسکے نہ ملنے میں ہی بھلائی تھی اور وہ تب تک آپ سے کچھ نہیں لیتا جب تک وہ نصیب میں اس سے بہترین نہ لکھ دے۔اس نے سیکھ لیا تھا کہ کبھی بھی ایسے شخص کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے جو آپکی پرواہ کرتا ہو ورنہ پتھر سمیٹتے سمیٹتے آپ ہیرا گنوادیتے ہیں۔ معظم

نے اپنے حصے کا ہیرا نہیں گنوایا تھا۔اس نے اُسے پالیا تھا۔اُسے یہ ماننے میں کوئی عار نہ تھی کہ مومنہ اُسکے لیے بہترین بیوی ثابت ہوئی تھی۔

حج سے واپس آنے کے بعد معظم کے ابّا شدید بیمار ہو گئے تھے اور بیماری سے لڑتے ہوئے ہی اگلے حج سے پہلے وہ دار فانی سے کوچ کر گئے تھے۔ معظم کے لیے وہ دن بہت مشکل ترین رہے لیکن مومنہ کے ساتھ نے اُسے جلد ہی اس دکھ سے نکال لیا اور ویسے بھی اس نے سیکھ لیا تھا کہ ماضی میں جینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔جو چلا گیا،اُسے تو اب واپس نہیں آنا،انکی بخشش کے لیے وہ ہمیشہ دعا کرتا رہے گا۔ لیکن جانے والے کا روگ لیکر اپنے آس پاس رہنے والے کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے۔مومنہ تو ویسے ہی اُسکا دل جیت چکی تھی۔پر آخری وقت میں اُسکے ابّا کی خدمت کر کے وہ اُسکے دل میں گھر کر گئی تھی۔انکے آج بھی جھگڑے ہو جاتے تھے لیکن اب اُن جھگڑوں میں ثالثی کا کردار ادا کرنے کے لئے چار سالہ منال تھی۔ منال کو بھی اپنی ماں کی طرح روزانہ اپنے باپ سے آئس کریم کی فرمائش کرنے کا شوق تھا۔ معظم کو اپنی بیٹی سے بہت پیار تھا،اُسکی زندگی بستی تھی اس میں۔

"بابا! آپکی الماری خراب ہو رہی ہے۔" اس دن مومنہ اپنے میکے رکنے گئی ہوئی تھی۔اُسکے بھائی کے ٹرانسفر کی وجہ سے اُسکا میکا دو دن پہلے ہی کراچی شفٹ ہوا تھا۔ مومنہ انکی مدد کرنے کے لیے انکے ساتھ ہی رک گئی تھی۔ معظم نے منع نہ کیا کہ وہ کبھی بھی اپنے میکے اکیلے رکنے نہ گئی تھی۔رات کو اُسکا ارادہ مووی دیکھنے کا تھا جب اُسکی بیٹی نے اس میں خلل ڈال دیا

"کوئی بات نہیں،۔۔۔۔"اس نے مصروف سے انداز میں کہا

"بابا! چیزیں خراب کر کے نہیں رکھتے۔۔۔"اس نے سمجھایا

"اچھا۔۔۔تو پھر کیسے رکھتے ہے؟"اس نے پیار سے منال کو دیکھا

"ٹھیک کر کے۔۔۔"

"چلو پھر کل ٹھیک کر دیں گے۔"اس نے ٹالنا چاہا

"نہیں۔۔۔۔ابھی کرینگے۔۔۔"

"بیٹا۔۔۔ تمہاری ماں مجھے ویسے ہی سکون سے رہنے نہیں دیتی۔ تم تو رہنے دو۔۔۔"اس نے منت بھرے لہجے میں کہا

"بابا! چلیں نہ۔۔۔۔"اس نے ضد کرنا شروع کر دی۔۔۔

"اف۔۔۔۔"وہ پاؤں پٹختا ہوا کمرے میں آیا جہاں اُسکی الماری سے آدھے کپڑے باہر لٹک رہے تھے۔

"یہ کیوں کھولی تھی آپ نے؟"اس نے الماری کی طرف اشارہ کر کے پوچھا

"ایسے ہی۔۔۔"منال نے آنکھیں پٹپٹائیں تو اس نے سارے کپڑے اٹھا کر الماری میں ٹھونس دیے اور دروازہ بند کر دیا

"یہ کیا کیا بابا؟"منال چیخی

"کپڑے رکھے ہیں"

"ایسے نہیں رکھتے۔۔۔"

"تواور کیسے رکھتے ہیں؟"

"ٹھیک کر کے۔۔۔"اس نے سمجھانے والے انداز میں کہا

"ایسے رکھو یا ویسے کچھ نہیں ہوتا۔۔۔"معظم نے ناک پر سے مکھی اڑائی

"سب گر جائیں گے"

"نہیں گریں گے"

"آپ الماری کھولیں، گر جائیں گے"

"نہیں گرتے یار۔۔۔یہ دیکھو"اس نے کہتے ہوئے الماری کھولی اور تمام کے تمام کپڑے اُسکے قدم بوس ہو گئے

"آپ بہت نکمّے ہیں بابا"اس نے منہ بسورتے ہوئے کہا

اور کچھ ہی دیر بعد وہ اور منال اُسکی الماری کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔وہ کپڑے تہہ کر کے منال کو دیتا جاتا اور وہ اُسے سلیقے سے الماری میں رکھتی جاتی، یہ ماننے میں اُسے کوئی عار نہ تھی کہ اُسکی بیٹی اس عمر میں بھی اپنے باپ سے زیادہ سلیقے مند تھی۔

"تمہاری ماں دیکھ لے نا۔۔۔تو صدقے واری جائے تمہارے کہ جو کام وہ نہ کروا سکی مجھ سے وہ اُسکی بیٹی نے کروا لیا" وہ کپڑوں کو تہہ لگانے کے ساتھ ساتھ بڑبڑا بھی رہا تھا اور اپنی ماں کی طرح منال کو بھی قطعاً فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

ایک مومنہ۔۔۔ایک منال۔۔۔اور ایک معظم

یہ تھا وہ تکون۔۔۔جس سے باہر آنے کی اُسے کوئی چاہ نہ تھی

------+----------+----

(ختم شد)

ژیلہ ظفر

https://zeelazafar.com/